يريد الله ان يحق الحق بكلماته

احقاق الحق

رسالہ ریویو آف ریلیجنز قادیان کے ان اعتراضات کا جو اس میں
بہائی دین پر کئے گئے ہیں جواب دیا گیا ہے ۔ اور بہائی
دین کی حقانیت نہایت مستحکم دلیلوں سے ثابت کی گئی ہے

مرتبہ

میرزا محمود بہائی ایرانی

بتصویب محفل روحانی ملی بہائیان
ہند و برما

بہائی پبلشنگ کمیٹی ۔ پوسٹ بکس ۱۹ ۔ نیو دہلی نے
دلی پرنٹنگ ورکس چھپوا کر
شائع کیا

بار دوم ۱۰۰۰

فہرست رسالۂ احقاق الحق

هُوَاللّٰہُ تَعَالیٰ

حمداً لمن اظہر الدلیل واوضح السّبیل والسّلام علیٰ مشارق اٰیاتہٖ ومطالع بیّناتہٖ سیّما من استوی علیٰ عرش رحمانیّتہٖ وطلع من مطلع ارادتہ المھیمنۃ علی العالمین - امابعد خاکسار محمود بن اسمعیل بہائی ایرانی آج کل پنجاب میں مسافرانہ وارد اور شہر لاہور میں مقیم ہے - میرے قیام کی غرض محض یہ ہے کہ حضرت "بہاء اللہ" اور حضرت "باب" عز ذکرہما کے اسمائ گرامی سے ظہور موعود کی دعوت کا اعلان اور لوگوں پر ان کی بشارت کا اظہار کروں - فی الحال ہندوستان وپنجاب کے بعض اخبارات ورسائل میں دین بہائیہ کے متعلق چند مضامین میری نظر سے گذرے جن میں سے بعض مضمون نگار صاحبان نے ناواقفیت اور تعصّب کی وجہ سے بہائی فرقہ کے لوگوں کو اُن امور کا ملزم گردانا ہے جو ان کے مسلک کے سراسر خلاف اور لکھنے والوں کی خود غرضی کا پتا دیتے ہیں۔ لہذا مناسب سمجھا گیا کہ اس دین مبین کے بعض مسائل ومطالب کسی قدر تفصیل سے بیان کر کے معترضین کی غلط فہمی رفع کی جائے۔

چونکہ سلسلہ بہائیہ کے صحیح حالات اور مسلّمہ واقعات کے متعلّق ایک باخبر شخص اور بزرگ شاخ کی معتبر فارسی تاریخ کا ترجمہ اردو زبان میں عنقریب شائع

ہونے والا ہے۔ اس لیئے تاریخی اغلاط کی تصحیح و تردید اس کے مطالعہ پر موقوف رکھی جاتی ہے۔ اس رسالہ میں صرف انھیں باتوں پر بحث کی جاتی ہے جو ریویو آف رلیجنز۔ (قادیان) اور اسی قسم کے دیگر صحائف کے اعتراضات پر کافی روشنی ڈال سکیں ٭

خدا سے دعا ہے کہ وہ اس کام میں میری مدد فرمائے اور میری زبان و قلم کو غیر معتدل روش پر چلنے سے محفوظ رکھے ٭

نبوت تشریعیہ کا بیان

اس سے پہلے کہ حضرت بہاءاللہ عزّ اسمہ الاعلیٰ کے ظہور فرمانے کی کیفیت بیان کی جائے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جملہ انبیائے سلف (علیہم ثناء اللہ وصلواتہ) کے ادّعا کو واضح کرنے کے لئے ایک مجمل مقدّمہ لکھا جائے۔ جاننا چاہئے کہ سنین ماضیہ میں انبیاء کا ادّعا دو قسم کا ہوتا تھا۔ اوّل خلافت و ولایت الٰہیہ کا مقام۔ یعنی نبوت تشریعیہ) نئے احکام اور نئی شریعت کی بنیاد ڈالنے کا کام۔ اور ایسا دعوی صرف ان اولوالعزم پیغمبروں اور رسولوں کا رہا ہے جنھیں مستقل کتاب اور شریعت عطا ہوئی اور وہ آیہ مبارکہ یمحوا اللہ ما یشآء و یثبت و عندہٗ ام الکتاب[1] کے مظہر تھے۔ ان کی بعثت علیٰ فترۃ من الرّسل ہوئی ہے۔ یعنی خدا کی طرف سے مناسب مدّت اور پہلا سلسلہ نبوّت قطع ہوجانے کے بعد مخلوق کی ہدایت کیلئے دنیا میں آئے ہیں اُنکی شریعت کی بنیاد ان چند فروعی احکام کے حکّ و اصلاح پر رکھی گئی جو گزشتہ زمانے میں تو دین الٰہی کی تکمیل و غرض پوری کرنے والے تھے مگر زمانہ آیندہ میں تغیر حالات اور مناسبت و مصلحت اوقات کے لحاظ سے الیسی ترمیم و تنسیخ کے قابل ہوگئے جس میں سابقہ شریعت کے خلفا اور علما بھی کسی قسم کا تغیر و

[1] مٹاتا ہے اللہ جو چاہتا ہے اور ثابت کرتا ہے جو چاہتا ہے۔ اسی کے پاس ہے اصل کتاب (سورۃ الرعد

تبدیل نہیں کر سکتے تھے اس لئے اللہ تعالٰے نے اپنی قدرت کاملہ سے یہ کام نئی شریعت اور ظہور موعود پر منحصر کر دیا۔ اِلا الی اللہ تصیر الامور[1] +

دوم۔ خلافت و ولایتِ ظلیہ۔ جو نصوص کے اعتبار سے ثابت ہے اور جس کا مرتبہ (نبوت ظلیہ) سابقہ شریعت کے ماتحت ہوتا تھا۔ اس کا مظہر محض پہلی آسمانی کتاب کے مسائل و احکام کی تفصیل اور ان کی شرح و تفسیر اور حفاظت کے واسطے خدا کی طرف سے مقرر ہوا کرتا تھا۔

شریعت اسلامی سے پہلے ایسی نبوت اور ولایت۔ سابقہ شریعت کے رہنماؤں اور پیشواؤں کو ملا کرتی تھی مگر ظہور اسلام کے بعد قرآن کریم اور صحیح و معتبر حدیثوں بلکہ اسلام کی معتبر تاریخی کتابوں تک میں بزرگان دین کی نسبت وحی نبوت حاصل ہونے کا کچھ پتا اور نشان نہیں ملتا +

یہ نبوتِ ظلیہ انھیں خلفا پر ختم ہو گئی جو نورِ نبوت سے خاص طور پر مستنیر اور مستفیض ہوئے تھے۔ اور کتاب مجید میں ولایت مطلقہ۔ خلافت الٰہیہ اور دوسری کتاب کی توضیح صرف ایک موعود۔ ایک منادی اور داعی حق کے واسطے مختص کی گئی ہے۔ جس کے ظہور کا وقت آخر زمانے میں بتایا گیا ہے چنانچہ ارشاد فرماتا ہے ھنالک الولایۃ للّٰہ الحق[2] اور قرآن کریم میں یہ خداوندی عہد یوم العذاب یوم الحق۔ اور یوم الوعید یا اسی قسم کے اور ناموں سے موسوم ومذکور ہوا ہے۔ اور متعدد آیتوں میں اس وعدہ الٰہی کا ظہور خدا کے ایک دن (یعنی اسلام کے بنیاد پڑنے اور اس کے رواج پانے کے ایک ہزار سال بعد) پر منحصر کیا گیا ہے چنانچہ خدائے تعالٰی سورہ سبا میں فرماتا ہے۔ یَقُوْلُوْنَ مَتٰی ھٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِیْنَ۔ قُلْ لَّكُمْ مِّیْعَادُ یَوْمٍ لَّا تَسْتَاْخِرُوْنَ عَنْهُ سَاعَةً وَّلَا

[1] خدا ہی کی طرف سب کام پھرتے ہیں (سورۂ شوریٰ) +
[2] وہاں ولایت خدائے برحق کی ہوگی (سورۂ الکہف)

تستأخرون " یعنی کہتے ہیں کب ہے یہ وعدہ اگر تم سچے ہو تو کہہ دو تم کو وعدہ ہے ایک دن کا نہ دیر کرو گے اس سے ایک گھڑی اور نہ شتابی) اور سورہ حج میں آیا ہے۔ ویستعجلونک بالعذاب ان اللہ لا یخلف وعدہ ان یوما عند ربک الف سنۃ مما تعدون " اور تجھ سے جلدی مانگتے ہیں عذاب کو اور اللہ ہرگز نہ ٹالے گا اپنا وعدہ اور ایک دن تیرے رب کے نزدیک ایسے ہزار برس کی برابر ہے جنکو تم گنتے ہو" غرضکہ کتاب مجید کی ایسی خاص آیتوں سے یوم موعود کی بشارت ہوتی ہے نہ کہ ان آیات سے جن میں عام مومنین اور امت کے خلفا اور صالحین سے وعدۂ نصرت کیا گیا ہے۔ یہ بھی جاننا چاہئے کہ اگر خدا کی جانب سے موعود حق اور اعلیٰ فترۃ من الرسل یعنی فاصلہ اور سلسلہ نبوت ختم ہونے کے بعد موعود حق کا مقام و رتبہ بھی عام مومنین اور گزشتہ خلفا کے مانند ہو تو پھر اسکی بعثت اور منجانب اللہ ہونیکا دعویٰ بے نتیجہ اور غیر ضروری ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اس طرح کی خلافت ہر وقت اور ہر زمانہ میں مذہبی خلفا اور دینی علما کیلئے ممکن ہے۔ پھر ایسی حالت میں بعثت اور منجانب اللہ ہونیکا دعویٰ کرنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔ مگر چونکہ موعود من عند اللہ کا رتبہ عام مومنین اور گزشتہ خلفا کے مقام سے برتر ہے۔ لہذا اس صورت میں ظہور موعود کے لئے بھی کوئی خاص خبر اور بشارت کتاب مجید میں ایسی ضرور ہونی چاہئے کہ وہ عام مومنین کی شان و حالت سے برتر ثابت ہو۔ اور امت کے نیک لوگوں کو یہانتک کہ خلفا اور جانشینوں میں سے بھی کوئی شخص اس بشارت کو اپنی نسبت ثابت کرنے کی جرأت ہی نہ کر سکے۔ قرآن کریم میں خلفائے صالحین کا مرتبہ اور ان سے خطاب عموم کے ساتھ رکھا گیا ہے۔ خاص ہرگز نہیں۔ وہ بات ہر وقت پائی جا سکتی ہے اور اسکا ایک موعود زمانہ اور مقررہ میعاد میں انحصار نہیں ہو سکتا مگر اسکے

برخلاف یوم موعود کا وعدہ عام نہیں بلکہ خاص ہے۔ اور ایک موعود کے
دن پر منحصر ہے کیونکہ ہر ایک مجدّد و امام اس وعدہ کا مصداق کبھی نہیں ہو سکتا
یہی سبب ہے کہ فرقہ بہائیہ کے لوگ قرآن کی ان آیتوں کو جو کہ یوم موعود
کے ساتھ خصوصیت خاص رکھتی ہیں موعود کے ظہور کا وعدہ اور خبر قرار دیتے
ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ پیشگوئی خاص منادی اور داعی حق کے ظہور سے
متعلق ہے نہ کہ عموم مومنین سے۔ لیکن میرزا غلام احمد صاحب قادیانی اور
ان کے مریدان خوش عقیدت نے ایسی آیات کو ظہور موعود کی خبر اور پیشگوئی سمجھ
لیا ہے جن کا وعدہ عام مومنین و خلفاء سے تعلق رکھتا ہے اور ان میں ظہور موعود
کی کوئی خبر ہی نہیں اسلئے میرزا صاحب مذکور محض اپنے لئے نبوت ثابت کرنیکی
غرض سے عام مومنوں اور مسلمانوں کے گزشتہ خلفا کے واسطے نبوّت اور وحی
کی منزلت ثابت کرنے پر مجبور ہوئے ہیں۔ چونکہ ایڈیٹر ریویو آف ریلیجنز نے رسالہ نمبر ۱۲[1]
جلد نمبر ۵ میں بہائیوں کے مقابل ایسی آیتوں کو ظہور موعود کی پیشگوئی تصور کیا ہے
جن میں عام مومنین کیلئے وعدۂ نصرت کے سوا ظہور موعود کا کچھ اشارہ
وخبر ہی نہیں۔ اور ایڈیٹر صاحب نے بہائیوں کے ادّعا کو ایسی پیشگوئیوں سے
مخالف قرار دیا ہے۔ اس لئے ہم اس رسالہ میں میرزا صاحب اور ان کے
معتقدین کے وہ استدلال بھی درج کرینگے جن کی بنا پر یہ حضرات اپنی صداقت
از روئے آیات قرآنی ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ تاکہ صحیح اور غیر صحیح بات کا امتیاز
ہوجائے اور کھرا کھوٹا الگ الگ معلوم ہوسکے۔

خلاصہ اہل بہا موعود من عند اللہ کے مقام کو عامۃ مومنین اور
خلفا کے مقامات میں محدود نہیں کرتے۔ اور نہ وہ مجدّدین کو انبیاء اور
رسولوں کے مراتب میں شریک و دخیل کہتے ہیں۔ بلکہ قرآن سے ظہور موعود کی خاص خبر

[1] صد ۳۰۴

اور سچا وعدہ نکال کر صاف طور پر دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ مثلاً خدائے
پاک سورۂ طٰہٰ میں فرماتا ہے یومئذٍ یتبعون الداعی لا عوج لہٗ وخشعت
الاصوات للرحمٰن فلا تسمع الا ھمسا۔ یومئذ لا تنفع الشفاعۃ الا من اذن
لہ الرحمٰن ورضی لہ قولا۔ یعلم ما بین ایدیھم وما خلفھم ولا یحیطون
بہ علما۔ وعنت الوجوہ للحی القیوم وقد خاب من حمل ظلما۔ ومن یعمل من
الصّٰلحٰت وھو مؤمن فلا یخاف ظلما ولا ھضما۔ کذٰلک انزلناہ قرآنا
عربیا وصرفنا فیہ من الوعید لعلھم یتقون او یحدث لھم ذکرا۔
(یعنی اس دن سب لوگ بغیر ادھر ادھر مڑنے کے پکارنیوالے کے پیچھے ہونگے
اور رحمٰن کیلئے آوازیں پست ہونگی سو تو نہ سنے گا مگر نرم آواز۔ اس دن کام
نہ آئیگی سفارش مگر جس کو حکم دیا رحمٰن نے اور پسند کی اس کی بات اور وہ جانتا
ہے جو ان کے آگے اور پیچھے ہے۔ اور یہ خدا کو علم سے گھیر نہیں سکتے اور منہ
جھکے ہوئے ہونگے اس ہمیشہ جیتے رہنے والے کے آگے اور نامراد ہوا جس
نے بوجھ اٹھایا ظلم کا اور جس نے مومن ہو کر نیک کام کئے اس کو ڈر نہیں
بے انصافی کا اور نہ دبانے کا اور اسی طرح اتارا ہم نے تجھ پر قرآن عربی زبان
کا اور پھیر پھیر سنایا اس میں وعدہ کا شاید وہ ڈریں یا قرآن ان کے جی میں سوچ
ڈالے خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ موعود کا دن آئیگا تو اس کی دعوت کے
سامنے تمام دعوتیں پھیکی پڑ جائینگی۔ اور سوا اللہ کے نئے حکم کے کسی دوسرے
کی شفاعت مقبول اور ترقی و نجات کا سبب نہ ہو سکے گی۔ یہ دین الٰہی
اور حکم و شفاعت اس دنیائے فانی میں ایسے موعود مظہر حق کے ذریعہ
سے آئی ہے کہ وہی موعود یمحوا اللہ ما یشاء و یثبت وعندہ ام الکتاب"
اور "یوم یأتی ربک (الی آخر الآیۃ) کا مصداق ہے۔ سنت الٰہی ہمیشہ سے

یہی چلی آتی ہے کہ جب سلطان یفعل باشاء اپنے ارادہ مطلقہ سے اس دنیا میں کوئی حکم صادر فرماتا یا کوئی امر دین انازل کرتا ہے تو اپنے مقدس مظاہر ہی کے ذریعہ سے ایسا کیا کرتا ہے۔ ورنہ وہ ذات قدیر ہر طرح کے ظہور اور بروز سے منزّہ اور ہر قسم کے تشخّص و تعیّن سے پاک اور مبرّا ہے "لا تدرکه الابصار وھو یدرك الابصار" اس کی شان ہے۔ ہم نے اپنے رسالہ "اسرار النّشور" میں واضح دلیلوں سے ثابت کر دیا ہے۔ کہ تمام آسمانی کتابوں خصوصاً قرآن مجید میں ظہور الہٰی۔ صیحہ (آوازۂ) حق۔ حشر فتنہ، حساب اور قوموں کے امتحان ان سب باتوں کا وقوع نئے دین اور مظہر حق و موعود مطلق کے ظہور سے وابستہ کیا گیا ہے۔ چنانچہ سورۂ حشر کے آغاز میں آیا ہے ھو الّذی اخرج الّذین کفروا من اھل الکتاب من دیارھم لاوّل الحشر ما ظننتم ان یخرجوا وظنّوا انّھم مانعتھم حصونھم من اللہ فاتاھم اللہ من حیث لم یحتسبوا "وہی اللہ ہے جس نے کفار اہل کتاب کو پہلے حشر کیلئے ان کے گھروں سے نکال باہر کیا۔ تمہیں گمان بھی نہ تھا کہ وہ نکلیں گے اور وہ گمان کرتے تھے۔ کہ ان کے قلعے انہیں اللہ سے بچائیں گے سو اللہ ان پر ایسی جگہ سے آیا کہ جہاں سے ان کو خیال بھی نہ تھا)

ان مبارک آیات میں نبی تغیر یہودیوں پر اسلام کا غلبہ اور ان کا مدینہ سے نکل کر ملک شام کو جلا وطن ہونا حشر کے لفظ سے بیان کیا گیا ہے اور خدا تعالےٰ کے آنے کا ذکر ہوا ہے اس لئے ظہور خدا بروز حشر، اور اسی طرح کی دوسری باتیں غلبۂ حکم و شرع جدید کیلئے استدلال کرنا قرآن شریف ہی کی بشارات و اشارات میں نازل اور خدائے یکتا کی تعلیمات و اسرار میں داخل ہیں۔ مگر چونکہ عام لوگ خاصکر اس زمانہ کے مدّعیان ہدایت وارشاد

Shabana Ashiq

کتاب اللہ کے حقائق واسرار سمجھنے سے عاری ہیں۔ اس واسطے وہ اظہار تعجب کر کے بہائیوں کی تکذیب پر آمادہ ہوتے اور کہتے ہیں کہ "یہ آیتیں قیامت اور حشر کے بارہ میں آئی ہیں نہ کہ ظہور موعود کی بشارت میں۔" حالانکہ آیات قیامت کے معانی کو ظہور حق اور دین اللہ کے غلبہ کی طرف راجع کرنا قرآن کے علاوہ مسلمانوں کی مسلمہ کتابوں اور مستند حدیثوں میں بھی درج ہے۔ مثلاً بخاری و مسلم کے باب الایمان میں آیا ہے کہ ایک بادیہ نشین عرب نے حضرت رسول خدا صلعم سے ایمان، اسلام، اور قیامت کی نسبت سوال کیا۔ آنحضرت نے اس کے ہر ایک سوال کا جواب دیکر قیامت کے بارہ میں فرمایا: "ساء خبرکم عن اشراطھا۔ اذا ولدت الامۃ ربھا (یا) ربتھا (اے سیدھا) یعنی قیامت کے آثار و شرائط میں ایک یہ بات ہے کہ ایک عورت اپنے رب یعنی بزرگ کو جنے) یہ مانی ہوئی بات ہے کہ رب کے پیدا اور ظاہر ہونے سے مراد مظہر ذات خداوندی کا ظہور ہے۔ کیونکہ اگر کسی ایک فرد معمولی کا ظہور مراد لیا جائے تو یہ بات روزمرہ ہی ہوتی رہتی ہے۔ وہ کیونکر قیامت کی شرط ہو سکتی ہے۔ اور اگر یہ کہیں کہ اس آمد سے خدائے پاک کی آمد مراد ہے تو وہ ذات بے مثل ومانند جننے اور جنے جانے سے پاک ہے۔ پس دین الہٰی کے مظہر کا بروز ہی ظہور رب کا مصداق کامل ہو سکتا ہے۔ اور وہی ظہور اللہ اور یوم الرب ثابت ہو جائیگا یہ حدیث آیۂ کریمہ "اِنَّہٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَۃِ" کے مطابق ہے۔ انہ کی ضمیر کا خواہ کوئی مرجع ہی مگر اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ حضرت عیسیٰ یا رسول اللہ علیہما السلام کا ظہور قیامت کی شرط اور اس کا آغاز ہے۔ انہی انوار توحید کے مطالع کا ظہور حشر، حساب، اور امتحان اقوام کی بنیاد ہو۔ اور اسی وجہ سے سورہ محمد میں فرمایا ہے "فقد جاء اشراطھا"

یعنی طلعت محمدی صلعم کے ظہور و طلوع اور نزول قرآن کے ساتھ ہی آثار قیامت ظاہر و نمایان ہوگئے - پھر ان آیات کی مطابقت یہ مشہور و معتبر حدیث بھی کرتی ہے کہ حضرت رسول خدا صلعم نے فرمایا انی بعثت فی نفس الساعۃ وسبقتہا کما سبقت ھذہ ھذہ" میں عین قیامت میں مبعوث ہوا ہوں اور اس سے یوں ہی پہلے آیا ہوں جیسے یہ (انگلی) اس سے) +

دوسری حدیث بخاری و مسلم کی متفق علیہ۔ کتاب مشکوۃ باب قرب الساعۃ کی فصل اول میں درج ہے کہ بادیہ نشینان عرب کی ایک جماعت آنحضرت صلعم کے حضور میں حاضر ہوئی اور قیامت کی بابت دریافت کیا - آنحضرت صلعم نے ان میں سب سے کم سن آدمی کی طرف دیکھکر فرمایا "ان یعیش ھذا لایدرکہ الھرم حتی تقوم علیکم ساعتکم" (یہ شخص زندہ رہا تو ہنوز یہ بوڑھا نہونے پائیگا کہ تمہاری قیامت آجائے گی) غرض اس میں تو کچھ شک نہیں کہ یہ دنیا کبھی نہ کبھی فنا ہوکر رہے گی - اس کی انتہا ضروری ہے اور ہر ایک آبادی کا ویران ہونا لازمی ہے - لیکن مذکورۂ بالا آیات مبارکہ و احادیث صحیحہ میں جس قیامت کا ذکر آیا ہے اگر اس سے دنیا کی تباہی اور خاتمہ مراد لیا جائے تو ان آیات و حدیث کے معنی ٹھیک نہیں اترتے - کیونکہ وہ جوان جس کی طرف آنحضرت صلعم نے اشارہ فرمایا تھا بڈھا ہو گیا - مگر بظاہر دنیا کا خاتمہ نہیں ہوا اور یہی نہیں بلکہ شرط کو بھی صدیاں گزر گئیں - مگر مشروط کا ہنوز پتہ نہیں کہ وہ واقع ہوا - اب اگر کوئی ان احادیث کی تردید کرے تو پہلے اس کو یہ بتانا چاہئے کہ پھر کونسی حدیثیں قابل اعتبار ہو سکتی ہیں - یہ حدیثیں جو ہم نے نقل کی ہیں آیات اور نصوص قرآن سے بھی مطابق ہیں اور صحت حدیث کی علامت یہی مانی جاتی ہے کہ وہ کتاب اللہ کی میزان پر تل کر ٹھیک اترے - پس اس طرح کی

آیات مبارکہ اور احادیث صحیحہ سے صاف پتا چل رہا ہے کہ رسولِ خدا صلعم
کی بعثت کے بعد دین حق کا دشمنوں پر غالب آنا ہی ان کے لئے قیامت و
حشر تھا۔ اور سورۂ طٰہٰ کی مذکورۂ بالا آیات سے بھی یہی بات ثابت ہوتا ہے کہ خدا
کے دین کا غلبہ منکروں کیلئے قیامت ہے۔ اور اس سے صاف ظاہر ہے کہ جن آیتوں
میں ظہورِ رحمٰن اور قیامت کا ذکر ہے۔ ان سے اس موعود بر حق کا ظہور مراد ہے
جو مستقل اور نئی شریعت کا بانی ہو اور یہ بات خود تصریحات قرآن سے ثابت ہے
پس اسکو اہل بہاء کی من مانی تاویل کہنا ہرگز صحیح نہیں ہو سکتا۔ اصل بات یہ ہے
کہ اعتراض کرنے والے میزان الٰہی اور کتب آسمانی کے اشارات و استعارات سے
بے خبر ہیں۔ اس واسطے وہ بعض عبارتوں کے لفظی معنوں سے خود بھی شبہ
میں پڑ گئے اور دوسرے ناواقف لوگوں کو بھی شک میں ڈالنا چاہا۔ ایسے ہی اصحاب
نے لکھا ہے کہ اہل بہاء وقوع قیامت اور ظہورِ خدا کے تو قائل ہیں مگر توحید کو نہیں
مانتے ۔

ظہور موعود کیلئے آیات قیامت سے استدلال

مثلاً ایڈیٹر صاحب ریو آف ریلیجز "قادیان" تحریر فرماتے ہیں کہ "بہائی
لوگ جن آیات قرآنی کو حضرت بہاء اللہ عزّہ ذکرہٗ کے ظہور کی خبر قرار دیتے اور
دلیل بتاتے ہیں ان کا مدّعا قیامت کی خبر دیتا ہے نہ کہ ظہور موعود کی پیشگوئی
کا اظہار" اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم تمام دلائل اور شواہد سے قطع نظر
کر کے خود جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ہی کے اقوال سے بہائیوں
کے استدلال کا استحکام اور معترضین کے اعتراضات کی کمزوری ثابت کر دکھائیں
تاکہ یہ ثبوت اہل بہا کی فضیلت پر دلیل بنے ۔ اور پرہیزگار لوگوں کیلئے سرمایۂ
عبرت ہو جائے۔ ہمارے اس استدلال سے یہ بھی معلوم ہو گا کہ گو باوجود مستحق
نہ ہونے اور مشکلات حل نہ کر سکنے کے خوف سے مرزا صاحب آیات قیامت

کو اپنی طرف منسوب نہیں کر سکے۔ تاہم انہوں نے کسی سبب سے یہ شہادت دی ہے کہ بعض آیات قیامت کا مصداق پورا ہو گیا چنانچہ وہ خود اپنے اس عربی رسالہ کے صفحہ ۲۷ میں جس کا نام انہوں نے خطبۂ الہامیہ رکھا ہے۔ اس طرح تحریر کرتے ہیں "وان الجبال نسفت اکثرھا فلا ترون فیھا عوجا ولا امتا۔ اس میں شک نہیں کہ اکثر پہاڑ پارہ پارہ اور ہموار ہو گئے کہ اب تم ان میں کوئی کجی اور نشیب و فراز نہیں دیکھتے میرزا صاحب کی یہ عبارت اسی سورہ طٰہٰ کی آیت کا مصداق ظاہر ہونے پر شہادت دیتی ہے۔ جس کو ہم پہلے لکھ آئے ہیں اور جس کے شروع میں اللہ پاک فرماتا ہے ویسئلونک عن الجبال فقل ینسفھا ربی نسفا فیذرھا قاعا صفصفا لا تریٰ فیھا عوجا ولا امتا یومئذ یتبعون الداعی لا عوج لہ۔ الایۃ" (اور تجھ سے پوچھتے ہیں پہاڑوں کا حال سو تو کہہ ان کو بکھیر دیگا میرا رب اور اکر بکھیر چھوڑے گا زمین کو ہموار میدان نہ دیکھے تو اس میں موڑ نہ ٹیلا اس دن پیچھے دوڑینگے پکارنے والے کے) میرزا صاحب نے لکھا ہے کہ اس آیت کے آغاز یعنی پہاڑوں کے نابود ہونے کا مصداق وقوع میں آگیا۔ اس صورت میں کہنا چاہئے کہ مرزا صاحب نے کسی لحاظ اور سبب سے آیت کریمہ کا مصداق واقع ہونے پر شہادت دی ہے کیونکہ اگر ان کی یہ شہادت فطری اور آیات الہیہ کا راز معلوم کرلینے کے اعتبار سے ہوتی تو لازم تھا کہ وہ تمام آیت کے مصداق کو ظاہر کرتے اسلئے کہ اگر آیت کا تمام کر نیوالا حصہ تمانہ موعود سے نسبت نہیں رکھتا تو اس کا پہلا جز بھی موعود سے منسوب نہیں ہو سکتا اور جب آیت کا اول حصہ یعنی پہاڑوں کا نابود ہونا زلزلہ اور ظہور موعود کی جانب راجع ہو تو اسوقت

داعی الی اللہ کا ظہور بطریق اولیٰ موعود کے ظاہر ہونیکی دلیل ہوجائیگا اور گو یہ امر دلیل ظہور موعود تھا۔ لیکن چونکہ مرزا صاحب اس کے مستحق نہ تھے۔ لہذا وہ اس پوری آیت سے استدلال نہ کرنے پائے اور اس کارروائی سے باز رہے۔

یہاں سوال ہوگا کہ پھر مرزا صاحب نے آیت کریمہ کے مصداق کا واقع ہونا کیوں مان لیا اور کس غرض سے اسکی تصدیق کردی؟ ہاں وہ اس سبب اور جہت سے وقوعِ مصداق آیت کی تصدیق پر مجبور ہوئے کہ انہیں زلزلہ کا خیال تھا اور انھوں نے زلزلہ ہی کو پہاڑوں کے نابود ہونے سے مشابہ تصور کر لیا تھا۔ حالانکہ ان کے مظنون زلزلہ نے دنیا کے پہاڑوں پر اثر نہیں کیا تھا۔ اور وہ پارہ پارہ اور ہموار نہیں ہوئے غرضکہ مرزا صاحب نے اس زلزلہ کے وقوع کو۔ یوم موعود کی دلیل تصور کر لیا۔ اس سبب سے انہوں نے صرف نصف آیت قیامت کا مصداق واقع ہونے پر شہادت دی دوسری بات یہ ہے کہ اگر یہ شہادت فطرتِ اصلی کے اعتبار سے ہوتی تو مرزا صاحب کے نزدیک ترین معتمدوں اور خاص الخاص مریدوں مثلاً ایڈیٹر ریویو آف ریلیجنز وغیرہ پر بھی کچھ اثر ضرور ڈالتی۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو ایڈیٹر مذکور کسی دوسرے شخص کو جدید دین و شریعت کے مدعی کے ظہور پر قیامت کی نشانیوں میں سے کسی نشانی کو چسپاں کرتے دیکھکر فوراً پریشان نہ ہوجاتا۔ اور اس کی تردید پر نہ اُتر آتا۔ بلکہ کم ازکم اپنے پیشوا اور امام کی کچھ نہ کچھ پیروی ضرور کرتا۔ پس جب ایک مجدد و امام کو نامکمل آثار قیامت سے اپنی صداقت ثابت کرنے کا حق ہوسکتا ہے۔ تو دوسرے صاحب شرع جدید کو مکمل آیت اور آثار قیامت سے اپنی تصدیق و تائید کا حق بدرجۂ اولیٰ ہونا چاہیئے پھر مرزا صاحب اپنے اُسی الہامی خطبہ کے صفحہ ۵۲ میں

میں رقم فرماتے ہیں کہ قد جمع الشمس والقمر کما ذکر فی القرآن" یعنی
قرآن کے حسب بیان چاند سورج ایک جا جمع ہوگئے) چاند۔ سورج کے جمع
ہونیکی نشانی خاص روز قیامت کیواسطے وارد ہوئی ہے جیسا کہ سورۂ قیامت میں آیا ہے یسئل ایان
یوم القیامۃ فاذا برق البصر وخسف القمر وجمع الشمس والقمر یقول الانسان یومئذ این
المفر کلا لا وزر الی ربک یومئذن المستقر" یعنی لوگ پوچھتے ہیں کہ قیامت
کب آئیگی۔ سن رکھو جب آنکھیں خیرہ ہو جائیں۔ چاند کو گہن لگے اور مہر و
ماہ اکٹھا جمع ہو جائیں گے اس دن آدمی کہیگا کہ آج بھاگ کر جانے کی
جگہ کہاں ہے؟ نہیں نہیں اسدن کوئی پناہ لینے کی جگہ نہیں ہو سکتی اور
ہے تو صرف تیرے پروردگار کے سایۂ رحمت میں پناہ پانے کی جگہ ہے اور وہیں
قرار مل سکتا ہے) یہ آیت پاک کھلم کھلا بتا رہی ہے کہ چاند اور سورج کا اکٹھا
ہونا قیامت ہی کے دن واقع ہوگا۔ اور جمہور مسلمانان اجتماع شمس و قمر کی مراد
زمین و آسمان کی تباہی اور ان کا فنا ہو جانا قرار دیتے ہیں۔ مگر مرزا غلام احمد
صاحب نے اس اجتماع کو خسوف و کسوف کے ساتھ تعبیر فرمایا ہے۔ اب کوئی
ذی فہم اس آیت پر غور کرے تو اس پر صاف کھل جائیگا کہ اس میں اس
کے تمام معانی اور مصداقوں کا واقع ہونا صرف ایک خاص دن کیلئے مذکور
ہے۔ وہ دن ایسا ہوگا کہ اس دن خدا ہی کی طرف ہر شئے کی بازگشت ہوگی
اور سب کو اُسی کے زیر سایہ پناہ ملے گی۔ پھر مرزا غلام احمد صاحب نے
جمع مہر و ماہ کے وقوع کو صرف بلحاظ مشابہت خسوف و کسوف کے ذکر فرمایا
ہے اور تمام آیت کا مصداق ہرگز بیان نہیں کیا لہذا ان کی اس تعبیر کا سبب
چاند سورج میں گہن لگنے کا تصور و خیال تھا۔ نہ کہ حقائق کا ادراک اور پوری
آیت کے مصداق کا ظہور اس کے علاوہ مرزا صاحب نے اس کا بالکل خیال

نہیں کیا کہ اگر اجتماع شمس وقمر کا مطلب خسوف وکسوف یا اسی طرح کے یوم موعود کے وقوعات ہوں تو پوری آیت کے معانی یعنی خلق کا حق کے زیر سایہ پناہ لینا اور اسی کی طرف راجع ہونا بھی ظہور موعود پر دلالت کرینگے۔ اور اس صورت میں ریویو آف ریلیجنز کے ایڈیٹر صاحب نے جو جو اعتراضات بہائیوں کی کتاب سے اس آیت کے متعلق کئے ہیں۔ وہ بالکل غیر صحیح ثابت ہونگے اور یہ ظاہر کرینگے کہ معترض نے محض خودغرضی سے کلام کو طول دیا ہے۔ اور اگر ایڈیٹر موصوف کی تحریر مندرجۂ رسالہ نمبر ۳ جلد ۸ صفحہ ۸۵ و ۸۶ کے مطابق ان آیات کا تعلق خاص روز قیامت ہی سے ہو اور ان کی تعبیر یوم موعود کے ساتھ غلط ہو جائے تو مرزا صاحب کی یہ تاویل غلط اور لغو ٹھہرتی ہے کہ انہوں نے اجتماع شمس وقمر کے معنی خسوف وکسوف لئے ہیں۔ کیونکہ یہ سب معانی ایڈیٹر موصوف کے حسب عقیدہ خاتمہ دنیا اور روز قیامت کی جانب راجع ہوتے ہیں نہ کہ خسوف وکسوف کی طرف۔ غرضکہ وہ دونوں حالتوں میں خود ہی ملزم بنجاتے ہیں۔ اور آپ ہی اپنی دلیل سے اپنی تردید کر رہے ہیں۔ اور اسی رسالہ نمبر ۳ کے صفحہ ۸۷ میں لکھا ہے کہ "آیت شمس وقمر کے دو معنی اور تفسیریں کرنا جائز نہیں ہے۔ حالانکہ خود میرزا صاحب نے اجتماع شمس وقمر کے معنی خسوف وکسوف بھی لئے ہیں اور علما کی گمراہی کو بھی تاریکی شمس وقمر لکھا ہے[1] مگر باوجود اس بات کے ریویو آف ریلیجنز کے ایڈیٹر صاحب پھر اسی رسالہ کے صفحہ ۸۸ میں یہ تحریر کرتے ہیں کہ بہائیوں نے علما کی گمراہی کو چاند سورج کے تاریک ہو جانے سے کیوں تعبیر کیا"!! اور اسے بھی جانے دو خود میرزا صاحب ریویو کے اس رسالہ میں جو مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور مولوی عبداللہ صاحب چکڑالوی کے مباحثہ سے متعلق لکھا ہے حاشیہ صفحہ ۲ پر قمر کے معنی خلافت

اعتراض ریویو کا جواب اجتماع شمس وقمر کے بارہ میں

[1] دیکھو ذب المفترین صفحہ ۱۲

اسلام کے چودہ سو برس کا کمال بیان فرماتے ہیں۔ ان کے الفاظ یہ ہیں :-
"دورِ خلافت کے چاند نے اپنے کمال کی چودہ منزلیں پوری کر لیں جس کی طرف آیۂ کریمہ
والقمر قدرنا منازل بھی اشارہ کرتی ہے۔ کیا خوب!!!! اور اس سے بھی بڑھکر یہ ہے کہ ریویو
کے فاضل ایڈیٹر نے جو اعتراض رسالہ نمبر ۳ جلد ۲ صفحہ ۸۶ میں لکھا ہے اب سکے میرزا
صاحب کی اس تحریر کے بارے میں لکھیں کہ یہ آیت یعنی ارشاد باری تعالیٰ کہ ہم
نے چاند کی گردش کیلئے منزلیں مقدر فرمائی ہیں" خلافتِ اسلام کی چودہ صدیوں
سے کیا تعلق اور کس طرح کی مناسبت رکھتی ہے؟ پس بہائیوں کے استدلال اور کلمہ
والنجم والشجر یسجدان" اور آیت عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محموداً کے
سیاق و سباق میں نظر ثانی کریں اور غور فرمائیں کہ آیا جڑی بوٹیوں اور درختوں کا
سجدہ کرنا بطور ظاہر کے ہے یا حقیقت و باطن میں ان کے سجدہ کرنے کا استعارہ
ہے۔ ایسے نفوس کی نسبت کمال حیرت ہوتی ہے جو کہ اپنے اوپر اعتراض کرنے
والوں کے جواب میں تو مفسرین کا قول بطور شاہد کے پیش کرتے اور کہتے ہیں کہ
ایک آیت کے کئی معنی مختلف وجوہ کے لحاظ سے قرار دینا جائز ہے۔ مگر دوسروں
کے نئے خود اپنے ہی معترضین کے قول کی تائید کرتے اور آیات عظیمہ کے معانی کو
ان کے لفظی معنوں تک ہی محدود بنا دیتے ہیں۔ خلاصہ مقصود یہ تھا کہ جس آیت
قیامت کے نصف حصہ کو مرزا صاحب نے خسوف و کسوف کی دلیل بتایا ہے اسی
آیت کو ایک بہائی شخص پوری طرح شیعہ فرقہ کی اصطلاحات اور حدیثوں سے
مطابق کرکے ظہور موعود کی خبر اور پیشگوئی قرار دیتا ہے۔ شیعوں کی وہ حدیث
کونسی ہے؟ یہ کہ الشمس رسول اللہ والقمر امیر المومنین یعنی محمد رسول اللہ
صلعم آفتاب ہیں اور حضرت علی علیہ السلام ماہتاب پس ایک بہائی شخص نجم الدولہ
کے نام مرتبہ کو اس آیت اور حدیث کے مطابق ٹھہرا کر حضرت (علی محمد) "باب"

لہ دیکھو صفحہ ۳ و ۱۸ رسالہ فک آتنک میں ایک آیت اور حدیث کے مختلف معنی کئے ہیں۔

عزۃ دکرہ کے حق میں قرائن و دلائل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ مگر ایڈیٹر ریویو آف ریلیجنز نے اپنے واسطے یہی مفید سمجھا کہ گول مول تحریر سے کام نکالے۔ اس نے بالکل نہیں لکھا کہ تمس سے رسول اللہ صلعم اور قمر سے امیر المومنین مراد لینا شیعوں کی کتاب کی ایک مسلّمہ اصطلاح اور ان کا زبردست عقیدہ ہے اس نے یہ کارروائی کیوں کی؟ محض اس لئے کہ اگر وہ بھی بہائی شخص کی تحریر کا اتباع کرتا تو پھر ایسی اعجوبہ نمائی کی غرض کیونکر پوری ہوتی جو اس نے اب بہائی کے مضمون میں نمایاں کی ہے + ٥ؔ

مثلاً شیعوں کی حدیث میں آیا ہے کہ اسم مہدی کے عدد ربّ کے عدد سے برابر ہیں۔ اسی بنا پر ایک بہائی نے کتاب بحر العرفان میں اسم حضرت "باب" روحی لہٗ الفدا (یعنی علی محمدؐ) کے اعداد کی اعداد ربّ سے مطابقت بیان کی ہے۔ ایڈیٹر ریویو نے اس بات کو غنیمت سمجھ کر اپنے اُسی رسالہ میں اس کے متعلق یوں اظہار رائے کیا ہے کہ " ایسی اصطلاحیں اور یہ طرز دلیل خاص بہائیوں کی ایجاد بندہ ہے۔" اور ایڈیٹر صاحب کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کی نظریں عجیب اور نئی بیانات پر پڑیں تو متعجب ہوں !!! مگر انہوں نے اس کا کچھ ذکر نہیں کیا کہ بہائیوں کا یہ استدلال شیعوں کے اعتقاد اور انکی مسلمہ حدیث کی بنیاد پر ہے اور ایڈیٹر ریویو آف ریلیجز کو یہ غنیمت موقعہ ہاتھ آگیا اور مغالطہ دہی کا اس طرح بل گیا کہ ہندوستان و پنجاب کے لوگ بہائیوں کے خیالات و معتقدات سے ناواقف ہیں پس انہوں نے ایسے استدلال اور تطبیق عددی کو حیرت و تعجب کی دلیل بنالیا۔ مجھے تو ایڈیٹر صاحب کی نکتہ فہمی پر حیرت ہوتی ہے اور میری سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ اپنے پیر مرزا صاحب کو کیونکر صادق مانتے ہونگے اور کس طرح انکی تحریرات کی قدر کرتے ہونگے۔ کیا بلا تصور کئے ہی انکی تصدیق

اعتراض ریویو کا جواب و دلیل عددی کے متعلق

٥ؔ ایسا ہی جواب اوائل سورہ قرآنیہ کے حروف مقطعات سے استدلال کرنیکی نسبت بھی دیا جائیگا۔

کر لیتے ہیں؟

حد سے بڑھکر ورطۂ حیرت میں ڈالنے والی تحریر و دلیل تو وہ ہے
جس کو میرزا صاحب نے تطبیق عددی کے بارے میں رقم فرمایا ہے۔
چنانچہ صفحۂ ۱۶ تریاق القلوب سطر ۹ و ۱۰ میں یوں لکھا ہے "اس کا نام بھی
یعنی "غلام احمد قادیانی" اپنے حروف کے اعداد سے اشارہ کر رہا ہے۔
یعنی تیرہ سو کا عدد جو اس نام سے نکلتا ہے وہ بتلا رہا ہے کہ تیرھویں صدی
کے ختم ہونے پر یہی مجدّد آیا جس کا نام تیرہ سو کا عدد پورا کرتا ہے"۔ اسی طرح بابل
اربعہ مکتوب بنام علماء میں لکھا ہے۔ صفحہ ۱۶ "ومن آیات اللّٰہ انہ اخفی
فی عدد اسمی عدد زمانی وان شئت فکّر فی "غلام احمد قادیانی" یعنی خدا
کی نشانیوں میں ایک نشان یہ ہے کہ اس نے پوشیدہ رکھا میرے نام کے اعداد
میں میرے زمانہ کے اعداد اگر تم معلوم کرنا چاہتے ہو تو لفظ غلام احمد قادیانی
میں غور کرو) باوجود اسکے کہ لفظ قادیانی جزو نام نہیں اور نہ کوئی مذہب اس قسم
کے استدلال کا معتقد ہے پھر بھی ایسی تطبیق عددی کو انھوں نے آیات اللّٰہ
میں شمار کیا ہے۔ مولوی محمد حسین صاحب امروہوی کے رسالہ فکّ اشک
میں چھٹے شک کے جواب میں بھی مرزا غلام احمد صاحب کی عبارت حسب ذیل ہے
اس آیت "وآخرین منھم لما یلحقوا بھم" کے تمام حروف کے
اعداد سے جو ۱۲۷۵ ہیں اس بات کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ آخرین
منھم کا مصداق جو فارسی الاصل ہے اپنے نشان ظاہر کا بلوغ اس سن
میں پورا کر کے صحابہ سے مناسبت پیدا کریگا۔ سو یہی ۱۲۷۵ھ جو آیت
وآخرین منھم لما یلحقوا بھم کے اعداد حروف سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس
عاجز کے بلوغ اور پیدائش ثانی اور تولد روحانی کی تاریخ ہے"۔

اب معلوم ہوا کہ حیرت کا سبب اس طرح کی عددی تطبیق تھی نہ ایک بہائی شخص کی تطبیق جس نے محض شیعہ فرقہ کے اعتقاد کی بنا پر ایسی تطبیق کی تھی اور مرزا صاحب اس آخری تطبیق عددی پر باین سبب مجبور ہوئے کہ اگر کوئی شخص اس آیت کے معنی اہل ایران کے قبول اسلام سے تعبیر کرے تو یہ تعبیر کامل ہو جائیگی اور پھر اس سے موعود آخر الزماں کی خبر آمد کا استدلال نہو سکیگا۔ یہ سوچکر مرزا صاحب نے مذکورہ بالا عدد لکھا تاکہ اس عدد کے ذریعہ سے آیت کے معنی زمانۂ اخیر اور موعود کیطرف راجع بن جائیں اور میرزا صاحب یہ کارروائی نہ کرتے تو آیت صاف وصریح طور پر اور بصحت تمام آغاز اسلام اور ایرانیوں کے ایمان لانے کے وقت کی طرف راجع ہوتی ہے اور مرزا صاحب کے استدلال کی کمزوری ثابت ہو جاتی ہے۔

بہر حال یہ عجیب تماشا ہے کہ جن آیات واستدلالات کو ایڈیٹر ریویو آف ریلیجنز کے پیشوا اور مقتدی نے جزئی حوادث پر تعبیر وتاویل کرکے اپنے استدلال کا ذریعہ اور اپنے نام کے اعداد حروف کو دلیل وآیت قرار دیا ہے۔ ایڈیٹر صاحب ممدوح اسی طرح کی آیتوں اور دلیلوں کو ظہور موعود کے استدلال واثبات میں استعمال کرنا غلط اور خلاف تصوّر فرماتے اور گویا اس طرح فی الحقیقت اپنے مقتدای پر خود ہی اعتراض جماتے اور ان کی تردید کرتے ہیں۔ بارے رسالہ ریویو آف ریلیجنز جلد ۶ نمبر ۱۲ صفحہ ۷۵ میں آپ یوں تحریر فرماتے ہیں "آیت قیامت سے بہاء اللہ کی آمد مراد لینا سوائے آیت کے معنوں کو کھلے طور پر بگاڑنے کے حاصل نہیں ہو سکتا جو شخص چاہے قرآن شریف کو کھول کر دیکھ سکتا ہے کہ اس آیت کے ماقبل ومابعد کی آیتوں میں قیامت کے دن کا ذکر ہے۔ جس دن کوئی معبود اور شفیع فائدہ نہ دیگا

ایڈیٹر صاحب اگر پہلے اپنے ہی پیر اور امام پر (جن کے زیر سایہ وہ شب و روز پڑے رہتے ہیں) یہ اعتراض کرتے تو کتنی حق اور صحیح بات کہتے کہ قرآن میں تو پہاڑوں کے پارہ پارہ اور رائی کائی ہونے کا ذکر روز قیامت کے لئے ایسی آیتوں میں نازل ہوا ہے کہ ان سے اگلی پچھلی آیتوں میں قیامت کا ذکر ہے۔ جس دن کوئی معبود اور شفیع فائدہ نہ دیگا۔ پس کیونکر ہو سکتا ہے کہ از روئے تاویل میرزا صاحب اس آیت کا مصداق ایسے زلزلہ ہو جائیں جو وقتاً فوقتاً ہمیشہ آتے رہتے ہیں اور اُن کے لئے کسی خاص وقت اور زمانے کی شرط نہیں۔ اسی طرح سورج اور چاند کا اکٹھا ہو جانا بھی قیامت اور خاتمہ دنیا کی نسبت آیا ہے پھر کیونکر ممکن ہے کہ بقول میرزا صاحب اس آیت کا مدعا بھی وہی چاند و سورج کا گہن میں آنا ہو جائے جس کا وقوع اکثر ہوتا رہتا ہے۔ اور اس کے لئے کسی زمانہ کی خصوصیت ہرگز نہیں اگر وہ یہ کہیں کہ قرآن و حدیث ہی میں چاند اور سورج کے گہن کو یوم موعود کی علامت بنایا گیا ہے تو اس کا جواب ہم یہ دینگے کہ جن لوگوں نے خود لکھا ہو کہ آیت قیامت کو ظہور موعود سے تعبیر کرنا سوائے آیت کے معنوں کے کھلے طور پر بگاڑنے کے حاصل نہیں ہو سکتا۔ ان کے عقیدہ کے رو سے یہ سورج گہن اور چاند گرہن قرآن و حدیث میں منجملہ قیامت کی نشانیوں کے بیان ہوا ہے نہ کہ موعود کی زندگی کی علامت اور وہ لوگ ہرگز نہ کہہ سکیں گے کہ قرآن اور مرفوع صحیح حدیث کے رو سے اس علامت کو موعود کی زندگی ہی میں ظاہر ہو جانا چاہئے کیونکہ اس کا ظہور خواہ موعود کے ظاہر ہونے سے پہلے ہو یا پیچھے بہر حال وہ آیت و حدیث کے خلاف نہ ہوگا۔ اس لئے کہ یہ علامت بھی قیامت کی ایک نشانی ہے۔ اور ظہور موعود بھی قیامت اور غلبۂ امر اللہ ہی کی نشانیوں

میں سے ایک نشان ہے۔ جیسا کہ آیت مبارکہ "اِنَّہٗ لَعِلْمٌ لِلسَّاعَۃِ" (عیسیٰ کا آنا علامتِ قیامت ہے) سے معلوم ہو گیا ہے۔ ایسا ہی صحیح مسلم اور کتاب مشکوٰۃ کے باب اشراط الساعۃ کی حدیث میں رسولِ خدا صلعم فرماتے ہیں "لن تقوم الساعۃ حتی ترٰی قبلھا عشر اٰیاتٍ فذکر الدخان والدجال والدابۃ وطلوع الشمس من مغربھا ونزول عیسٰی بن مریم ویاجوج وماجوج وثلاث خسوف خسفٌ بالمشرق وخسفٌ بالمغرب وخسف بجزیرۃ العرب وآخر ذالک نار تخرج من الیمن" یعنی قیامت اس وقت تک ہرگز نہ آئیگی جبتک کہ تم اس سے پہلے دس علامتیں نہ دیکھ لو اور پھر رسول خدا نے فرمایا وہ نشان یا دخان (دھواں) دجال، دابۃ الارض، کا خروج آفتاب کا پچھم کی طرف سے نکلنا۔ عیسیٰ بن مریمؑ کا آسمان سے نازل ہونا۔ تین سورج گہنوں کا دکھائی دینا۔ ایک مشرق میں دوسرا مغرب میں اور تیسرا خاص جزیرہ نمائے عرب میں اور آخر ان سب علامتوں کی ایک آگ ہے۔ جو کہ مُلکِ یمن سے ظاہر ہوگی) پس ایسی حدیث تمام غیر مرفوع غیر صحیح حدیثوں کے جانچنے کی میزان ہے) کیونکہ اس حدیث اور آیتِ قرآنی میں صریح طور سے بیان ہوا ہے کہ یہ علامتیں (خسوف وکسوف) ظہور قیامت اور غلبۂ حکم الٰہی کے لئے ہیں نہ کہ موعود کی زندگی پر منحصر اب یہ جملہ علامات خواہ موعود کی زندگی سے قبل ظاہر ہوں یا بعد بہرحال آیت وحدیث کے مفہوم سے کبھی مخالف نہ ہونگی اور نصِ قرآن اور حدیث صحیح کے مقابلہ میں حدیث دارقطنی وغیرہ جس کو علما ضعیف وغریب کہہ چکے ہیں۔ کس طرح حجت ہو سکتی۔ اور ایسی ضعیف حدیثوں کو احادیث صحیحہ کے مقابلہ میں لانا خود میرزا صاحب بار بار مردود اور باطل لکھتے ہیں[۱] اس کے علاوہ اگر ہم اس طرح کے دلائل پیش

[۱] دیکھو تریاق القلوب میں صفحہ ۱۷۔ اور رسائل اربعہ مکتوب بنام علما میں صفحہ ۱۳۷ +

کرنے پر آمادہ ہوں تو کہہ سکتے ہیں کہ مدعی حق کا زمانہ اس کی عنصری زندگی کی حد میں محدود نہیں ہوتا بلکہ اس کا واقعی زمانہ اس کے دین و شرع کی مدت ہوا کرتی ہے جب کبھی کوئی علامت مدعی حق کا سلسلہ زندگانی تمام ہونیکے بعد بھی ظاہر ہو تو وہ درحقیقت اسی کے زمانہ میں ظاہر ہونے والی کہلائیگی جیسا کہ فرماتے ہیں ؎

یوم او باقی ندارد شب عقب　　　دائما روز است از الطاف رب

پس اڈیٹر ریویو نے بہائیوں کے بالمقابل جو دلیل محکم اپنے رسالہ نمبر ۹ جلد ۶ صفحہ ۲۳۲ کے آخر میں تحریر کی ہے اور بتایا ہے کہ خسوف و کسوف ہمارے مقتدا کی زندگی میں واقع ہوا۔ اور ان کی صداقت پر زبردست شہادت ہے وہ غلط ہوئی جاتی ہے۔ قادیان ہیں ایسی دلیلوں کا گھڑ لیا جانا اور انکو یہ کہنا کہ ان علامات کا ظہور ہمارے دعویٰ کی صداقت پر دلیل اور خاص ہمارے ہی حق میں مؤید ہے۔ اس قسم کی بناوٹی باتیں آیات و احادیث کی مخالف اور عقول سلیمہ کے منافی ہیں۔ کیوں؟ اسواسطے کہ ان علامات کا ظہور موعود کی زندگی سے قبل ہو یا بعد کسی حالت میں بھی آیات و حدیث اور علم و عقل سے منافات نہ رکھے گا۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ ان علامات کی انتہائی دلالت زمانہ آخر اقرب قیامت اور غلبۂ امر اللہ کے واسطے ہے نہ کہ شخص مدعی کی دلیل بننے کیلئے۔ اور اگر یہ بات نہ ہو تو پھر جس زمانہ میں کہ یہ سب علامتیں نمایاں ہوتیں اسوقت کا ہر ایک مدعی ان کو اپنے ہی زمانہ کی شناخت بتاتا اور خواہ وہ صادق نہ ہو لیکن کھینچ تان کر علامات مذکورہ سے فائدہ اٹھانے کی کوشش ضرور کرتا۔ الغرض ریویو آف ریلیجنز نمبر ۹ جلد ۶ صفحہ ۲۳۲ کے آخر میں جو کچھ لکھا گیا ہے اس سے ثابت ہو گیا کہ اصل

بات اس کے بالکل برخلاف ہے یعنی کہ ایسے علامات شخص موعود کے ظہور کی دلیل نہیں ہیں۔ بلکہ ان کی انتہائی دلالت قربِ قیامت اور غلبۂ دین اللہ پر ہے۔ اور ایڈیٹر صاحب ریویو کا یہ استدلال کہ "مسلمانوں کے تمام مختلف فرقوں کی تسلیم کردہ احادیث میں خسوف و کسوف ظہور شخص موعود کا زبردست نشان رکھا گیا ہے" یہ غلط ہوا جیسا کہ ہم ثابت کر آئے ہیں کہ آیات مبارکہ اور احادیث صحیحہ کے اعتبار سے یہ علامت شخص موعود کی زندگی سے مخصوص نہیں اور نہ اس کی دلیل ہو سکتی ہے۔ بلکہ حضرات قادیان کا یہ استدلال سراسر خود ساختہ اور اپنے مفید مطلب پیرایہ میں گھڑ لیا گیا ہے۔ اس کو حجّت کاملہ کبھی نہیں کہہ سکتے۔ دلیل قاطع اور حجّت کاملہ وہ ہے کہ مدّعی حق کے سوا کوئی دوسرا شخص اس سے کسی طرح فائدہ ہی نہ اٹھا سکے اور اس کو اپنے حق میں دلیل بتاتے ہوئے ناکام رہے ہم نے ایسی حجّت کاملہ کے بارہ میں ایک سے زیادہ مرتبہ پنجاب کے رسائل اور اخبارات میں مفصّل مضامین شائع کئے ہیں اور ان میں بہائیوں کے دعوے کی صداقت اور دوسرے مدّعیوں کی کمزوری اور عجز کو ثابت کر دیا ہے۔ اور خدا کو منظور ہے تو کچھ روز بعد مزید شرح و تفصیل کے ساتھ بھی خدا کے سچّے مظاہر کی دلیلیں اور حجتیں شائع کرینگے تاکہ سب لوگوں پر ثابت ہو جائے اور وہ مان جائیں کہ مرزا صاحب یا اُن جیسے اور مدّعی اُن زبردست دلائل اور قوی حجّتوں میں سے ایک دلیل و حجّت بھی پیش نہیں کر سکتے چہ جائے کہ جامعیت کے ساتھ ساری دلیلوں اور حجّتوں کو پیش کر سکیں۔

الغرض صاحب ریویو نے آیات قیامت کے ضمن میں بہائیوں پر یہ اعتراض بھی کیا ہے کہ "آیات قیامت ایسے دن کیلئے وارد ہوئی ہیں

جس دن کوئی معبود اور شفیع فائدہ نہ دیگا ان سے ظہور موعود کی دلیل اخذ کرنا غیر ممکن ہے" گویا صاحب ریویو نے خیال کیا کہ ظہور موعود کے لئے ان آیات کی تعبیر کرنا شفاعت غیر اللہ کے مفید ہونے کی دلیل ہے۔ مگر اس نے یہہ بالکل نہیں سوچا کہ اس دنیائے فانی میں ظہور موجود اور مظہر شرع مستقل کے سوا اور کسی حالت میں شفاعت الٰہی کا حاصل ہونا عقل و تصور سے باہر ہے۔ موعود حق اور صاحب شریعت جدیدہ کے زمانہ میں کوئی چیز یہاں تک کہ گزشتہ آسمانی کتابیں اور شریعتیں بھی سبب شفاعت نہیں بن سکتیں۔ بس اُسی دین و شرع جدید کی رحمت اور عنایت و شفقت کام آئیگی جو ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ کا مصداق ہے۔ پس خداوندی دین و شرع جدید کی بنیاد پڑنے کا دن فضل و شفاعت کا زور ہے۔ کیونکہ وہی ترقی اور نجات کی راہ دکھاتا ہے اور دین حق کا علم اور اسپر عمل ہونے کی وجہ سے گمراہی و شرک کی ذلت کا دروازہ بند اور نور توحید کا روشن باب عزت کھل جاتا ہے۔ کیا اس عالم امکان میں یہ خداوند جل جلالہٗ کی سب سے بڑھی ہوئی شفاعت نہیں ہے؛ ضرور ہے۔ اور ایسی شفاعت و نجات کا رتبہ بجز صاحبان شریعت کے اور کسی کو حاصل نہیں ہوتا۔ خلفاء سابقہ اور مجددین امت کو یہ درجہ کبھی نہیں ملتا اور نہ ملنا چاہئے۔ یہ صرف جدید دین و حکم کے مدعی اور مستقل صاحب شریعت کے لئے مخصوص کیا گیا ہے۔ کیونکہ ایسے ہی مظہر کی ذات سے دین و شریعت کی تکمیل ہوا کرتی ہے یہ بات نہایت واضح اور صاف ہے کہ نجات و ترقی اور دنیا و آخرت کی شفاعت و سعادت کا سامان اس عالم امکان میں اسی وقت میسر آتا اور اسی صورت میں منحصر رہتا ہے جبکہ کوئی نئی شریعت

مسئلہ شفاعت [illegible] کا جواب

نازل ہوتی اور کوئی مظہر امر مستقل دنیا میں آتا ہے۔ اور لوگ اس کی اطاعت کرتے ہیں یہی بات تو ہے جس کو پروردگار کریم اپنے اس فرمان میں ارشاد فرماتا ہے لا تنفع الشفاعۃ الا من اذن لہ الرحمن ورضی لہ قولاً (شفاعت نفع دیگی مگر جس کو رحمن نے حکم دیا اور اس کی بات پسند کی) یہاں مظہر حکم و رضائے رحمن یعنی ظہور موعود حق پر "شفاعت" کو منحصر کیا گیا اور اس آیت مبارکہ سے عیان ہے کہ "شفاعت" اسی شخص کا حصہ ہے جس کو خدا شفاعت کا حکم دے اور اس کی بات پسند کرے۔ اس آیت کے مضمون نے سِرّ شفاعت صاف طور پر واضح کر دیا ہے کہ بذریعہ من اذن لہ الرحمان (وہ جس کو خدا حکم دے) شفاعت حاصل ہوتی ہے ورنہ وہ ذات غیب ظہور و بروز سے منزہ ہے۔ اسی وجہ سے علمائے مفسرین متقدمین ومتاخرین نے آیات قیامت اور ظہور و جلوس خدا کی یہی تفسیر کی ہے۔ کہ اُس کے امر کا بروز اور اس کے حکم کا غلبہ عالم ملک میں ہوگا۔ اور یہ آیتیں استعارہ اور مجاز ہیں حتی کہ میرزا صاحب بھی رسالہ ادہام صفحہ ۲۷۵ میں قرآن سے استدلال کرکے یوں لکھتے ہیں کہ جابجا قرآن شریف کو نمونہ قیامت ٹھیرایا گیا ہے۔ بلکہ ایک حدیث میں آنحضرت فرماتے ہیں کہ قیامت میں ہی ہوں جیسا کہ فرمایا ہے دانا الحاشر الذی یحشر الناس علی قدمی۔ یعنی میں ہی قیامت ہوں میرے قدموں پر لوگ اٹھائے جاتے ہیں۔ یعنی میرے آنے سے لوگ زندہ ہو رہے ہیں۔ میں قبروں سے انہیں اٹھا رہا ہوں" باوجود ایسی تحریرات کے میرزا صاحب کے احباب کا بہائیوں پر یہ اعتراض کرنا موجب تعجب ہے کہ کیوں آیات قیامت کو ظہور حق کیلئے تعبیر کرتے ہیں"۔ پس یہی معنی واضح اور مسلم ہوتے ہیں کہ آمد خدا سے اسکے امر کا ظہور اور غلبہ ہی مراد ہے۔ گویا وہ ان بعض آیتوں کا مطلب

٭ اپنے مقتدا کی تحریرات سے برخلاف دیکھو جلد ۹ نمبر ۱۲ صفحہ ۴۷۵ ریویو آف ریلیجنز۔

ہنوز یہی تصور کرتے ہیں کہ کسی وقت ذات باری تعالیٰ کا ظہور و حلول عالم خلق میں ہوگا اس لئے انہوں نے بہائی فرقہ کے اس استدلال کو کہ "موعود کا تشریف لانا خدا کے آنے کی خبر کا مصداق ہے۔" اعتراض کا بہانہ بنا کر یہ لکھ مارا ہے کہ "اہل بہاء حلول ذات باری تعالیٰ کے قائل ہیں"!!! سبحان اللہ! کیا بات کہی ہے!!! اہل بہاء کسی مخلوق کی ذات کے حلول کو نہیں مانتے۔ چہ جائیکہ وہ خالق عالم جل جلالہ کی نسبت ایسا عقیدہ رکھیں کہ نعوذ باللہ وہ ذات قدم عالم حدوث میں محدود ہو جائیگی۔ مخلوقات کے ساتھ رو در رو کلام کریگی اور بعض لوگوں کو بخش دیگی۔ اور دوسرے گروہ کو عذاب فرمائیگی۔ نہیں اس واسطے کہ ذات قدیم غیر محدود اور تعین و تشخص، اور ظہور و بروز سے پاک ہے۔ اور ہمیشہ پاک رہے گی۔ اب ذرا ریویو آف ریلیجز جلد ۷ نمبر ۱۲۔ کو ملاحظہ کیجئے۔ اس کے صفحہ ۴۶۹ میں اڈیٹر صاحب نے کتاب اقدس کی یہ آیت مبارک درج کی ہے کہ قل یاملاء الفرقان قد اتی الرحمٰن بسلطان مشھود " یعنی کہہ اے گروہ قرآن بیشک رحمٰن آشکارا قوت وقدرت کے ساتھ آگیا) خدا کی آمد اور نباء عظیم (بزرگ خبر) کی آیتوں کو جنھیں اہل بہاء ظہور موعود کے بارے میں بطور دلیل کے پیش کرتے ہیں۔ ریویو کے ایڈیٹر صاحب نے ان کا یہ مطلب قرار دیا ہے کہ بہائیوں نے خداوند پاک کی ذات کا حلول مانا ہے۔ اور پھر اس سے بڑھکر ایڈیٹر صاحب یہ بھی لکھتے ہیں کہ موعود کی یہ خبر اور بشارت مسلمانوں کے عقیدہ اور اصول کے مطابق نہیں ہے" حالانکہ بہائی اصحاب ظہور رحمٰن (خدا کی آمد) اور نبا عظیم (بڑی خبر) اور اسی طرح کے اُن دوسرے وعدوں کو جو قرآن کریم میں آئے ہیں صرف ایک مستقل موعود یعنی صاحب شریعت و حکم جدید کی آمد کی خبر مانتے ہیں اب اگر

ریویو کے ایڈیٹر صاحب اور ان کے ہم مشرب حضرات موعود کے بارہ میں اُن قرآنی آیتوں کے خلاف عقیدہ اور انتظار رکھتے ہوں تو یہ کوئی مقام حیرت نہیں ہے۔ کیونکہ یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ موعود کے زمانہ میں ہر ایک مذہب وملت والے اپنی مذہبی کتابوں کے خلاف ہی عقیدہ و انتظار رکھتے آئے ہیں۔ اور یہی وجہ تھی کہ انہوں نے امر الٰہی اور موعود خداوندی کو قبول نہیں کیا۔ اب ایڈیٹر صاحب نے بہائیوں کے بارہ میں لکھا ہے کہ بہائیوں کا ادعا عام مسلمانوں کے عقیدہ و انتظار کے خلاف ہے۔ حالانکہ بجنسہ یہی اعتراض لوگوں نے میرزا صاحب پر بھی کیا تھا۔ اور انہوں نے اس کا جواب ازالۂ اوہام صفحہ ۲۰۴ میں یہ لکھا ہے کہ "اجماع کو پیشگوئیوں سے کوئی تعلق نہیں ہے" مگر لطف یہ ہے کہ ایڈیٹر صاحب پیشگوئی پر اجماع امت ہونا شرط بتانے کے باوجود خود جس آیت کو اپنے مفید مطلب پاکر پیشگوئی موعود بنانا چاہتے ہیں وہی اُمت کے اجماع و انتظار کے بالکل برخلاف ہے[1] !!! خلاصہ قرآن مجید میں فی الحقیقت اگر کوئی خبر اور وعدہ ثابت ہوتا ہے تو وہ انہی آیات صریحہ سے ثابت ہوتا ہے جو اہل بہاء کیلئے مایۂ استدلال ہیں۔ اور ان بشارات کے سوا قرآن میں کوئی دوسری بشارت ہی نہیں +

ظہور موعود کیلئے ان آیتوں اور بشارتوں سے استدلال کرنا اتنا واجب ولازم ہے کہ گو حضرات ان آیات کے مصداق ہونے اور دین وشرع جدید کا دعویٰ نہیں کرتے تاہم مجبور ہوئے کہ اپنے اغراض کو مروج ومشہور کرنے کیلئے بعض آیات قیامت سے استدلال اور تاویل کریں۔

لہذا محض تقلید سے انہوں نے بعض آیات قیامت کے وقوع کی تصدیق کردیں۔ اور نہایت عجیب بات جو کہ بڑی خوبی سے ریویو آف ریلیجنز کی خودفروشی

[1] ہم اس رسالہ کے دوسرے حصہ میں اس کے متعلق بحث کرینگے۔

خود غرضانہ اور متناقض تحریر کا ثبوت بہم پہنچاتی ہے۔ یہ ہے کہ اس نے بہائیوں پر اعتراض جتاتے ہوئے تنہا اپنے مقتدا ہی کی مخالفت نہیں کی بلکہ ایک درجہ اور بڑھکر اپنی تمام دیگر تحریرات کے مخالف اور متناقض رسالۂ جلد ۷ نمبر ۳ صفحہ ۱۱۱ میں آیت قیامت کو آج کے دن یعنی موجودہ زمانہ سے تاویل کر دیا اور لکھا ہے۔ آج کل کا نقشہ قرآن شریف میں اس طرح کھینچا گیا ہے۔ وترکنا بعضھم یومئذ یموج فی بعض، اور اس دن ایسا کرینگے کہ بعض بعض میں موجوں کی طرح حملہ کرینگے۔ یعنی اسدن ایک مذہب دوسرے مذہب پر حملہ کرے گا۔ یہ نقشہ بالکل آجکل کے زمانہ پر صادق آتا ہے۔

یہ آیت مبارکہ سورۂ کہف کے آخر میں حکایت ذوالقرنین کے بعد نازل ہوئی ہے اور اس میں حق تعالےٰ قیامت کا ذکر اس طرح فرماتا ہے کہ وترکنا بعضھم یومئذ یموج فی بعض ونفخ فی الصور فجمعنٰھم جمعًا وعرضنا جھنم یومئذ للکافرین عرضًا (یعنی اور اس دن ہم بعض کو بعض میں موجیں مارتا چھوڑ دینگے۔ اور نرسنگا پھونکا جائے گا۔ پھر ہم ان سب کو اکٹھا کرینگے اور اس دن ہم کافروں کے سامنے جہنم پیش کرینگے۔) ریویو آف ریلیجز کے فاضل ایڈیٹر اس آیت کی تاویل یوں فرماتے ہیں کہ اس زمانہ میں مذاہب کی بحث کا نقشہ ہے!!! سبحان اللہ!! حالانکہ یہ آیت قیامت کی طرف راجع ہے اور اس کے آس پاس کی آیتوں میں قیامت کے دن کا ذکر ہے۔ جس دن کوئی معبود اور شفیع فائدہ نہ دیگا۔ علاوہ ازیں یہ صور کا پھونکا جانا اور دوزخ کا تیار کیا جانا جو مضمون آیت کو مکمل کرتا ہے قرآن میں مکرر روز قیامت ہی کیلئے نازل ہوا ہے مگر ریویو کے فاضل ایڈیٹر اس کو مذاہب کی بحث سے تاویل فرماتے ہیں۔ حالانکہ یہ تاویل زمانہ موعود سے کوئی خصوصیت

نہیں رکھتی۔ اور ایک مذہب کا دوسرے مذہب پر حملہ کرنا ہر زمانہ میں ہوتا ہی
رہتا ہے۔ مگر اتفاق وقت اور حکم خدا سے جس رسالہ میں ایڈیٹر موصوف نے
بہائیوں پر یہ اعتراض کیا ہے کہ وہ لوگ کیوں آیات قیامت کے معنی ظہور
موعود مراد لیتے ہیں۔ اسی میں وہ مذکورہ بالا عبارت بھی تحریر فرماتے ہیں۔
اور آیت قیامت کو ایک مذہب دوسرے مذہب پر حملہ کرنے کے لئے تاویل
کرتے ہیں گویا قدرت الٰہی کے زبردست ہاتھ نے اُن کے ایک حق و صداقت
کے متبع فرقہ پر اعتراض کرنے کے بعد انھیں مجبور کر دیا کہ وہ اپنی زبان حال
وقال دونوں سے بہائیوں کے قول کی صداقت پر شہادت دیں۔ تاکہ فوراً
ان کا اعتراض خود انہی پر آپڑے اور وہ " الٹی آنتیں گلے پڑیں " کے
مصداق ہوجائیں۔ ے

یہ عذرِ امتحانِ جذبِ دل کیسا نکل آیا ہم الزام اُن کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

اور اس طرح اہل بہار کی تقدیس و فضیلت اور ان کی راستی و صداقت انہی
کے مخالفوں کے اقوال سے عیاں اور واضح ہوجائے۔ کیونکہ جب بحث مذاہب
کے لئے " جو ہمیشہ ہوتی رہی اور ہوتی رہتی ہے۔ اور کسی خاص دن اور زمانے
کے ساتھ مخصوص نہیں " ایسی آیات قیامت کی تاویل کی جاسکتی ہے تو کیا
وجہ ہے کہ نئی شریعت اور مدعی مستقل کے بارہ میں ان آیات سے استدلال اور
تعبیر کرنا جائز نہ ہو؟ کذالک تشهد ایدیهم والسنتهم بما کانوا یکسبون الآیۃ
(یوں مخالفین ہی کے ہاتھ اور ان کی زبانیں ان کے عملوں پر گواہ ہوتی ہیں)
اب دیکھنا یہ ہے کہ آیا دنیا کے کسی مذہب و ملت میں کوئی ایک معترض بھی
ایسے الزام کا ملزم ہوا ہے؟ نہیں۔ اور واللہ نہیں۔ اور جب اچھی طرح غور
کیا جائیگا۔ تو سمجھ میں آجائیگا کہ ایسا الزام تنہا ریویو کے ایڈیٹر ہی پر

اعتراض ایڈیٹر کا جواب آیتوں کے تفرقہ سے متعلق

وارد نہیں ہوتا بلکہ وہ تبعاً اس الزام کی زد میں آتے اور دوسرے کے طفیل ملزم بنتے ہیں ؎

خلاصہ اس تمام بحث کا یہ ہے کہ جو لوگ نفخ صور۔ حشر و نشر۔ بروز جہنم اور علامات قیامت کی آیتوں کو۔ ہر ایک جزئی امر۔ مذہبی جھگڑے۔ زلزلے کسوف و خسوف۔ قحط و طاعون وغیرہ پر جو ہمیشہ اسی طرح ہوتے چلے آئے اور کسی زمانہ سے مخصوص نہیں ہیں منطبق اور چسپاں کر کے اپنی متاعِ خود غرضی کو رواج دینا چاہتے ہیں ایسے ہی لوگ آیات قیامت کا آمدِ موعود اور شرع جدید کے ظہور سے تعبیر کرنا ناجائز مانتے ہیں۔ اور یہ خیال نہیں کرتے کہ موعود اور نئی شریعت کا ظہور سب سے زیادہ اہم اور خاص وعدہ الٰہی کا مصداق ہے لا یعلمون الکتاب الا امانیّ وان ہم الا یظنون۔ الآیہ" اور پھر ریویو کے ایڈیٹر صاحب نے آیات قیامت کے بارے میں جو اعتراض کیا ہے۔ اُس کی اور دلیل انہوں نے حسب ذیل آیات مبارک کے معنی کو قرار دیا ہے۔

وہ لکھتے ہیں کہ "سورۃ الروم کی آیت ویوم تقوم الساعۃ یومئذٍ یتفرقون (جس دن قیامت قائم ہوگی لوگ ایک دوسرے سے جُدا جُدا ہو جائیں گے) کی تفسیر سورۃ العنکبوت کی اس آیت سے ہوتی ہے کہ یوم القیمۃ یکفر بعضکم ببعضٍ ومأواکم النار۔ (قیامت کے دن تم میں سے ہر ایک دوسرے کو کافر بتائیگا۔ اور ایک دوسرے پر لعنت کریگا۔ اور تمہارا ٹھکانہ دوزخ ہے) لائق ایڈیٹر نے ان آیات میں منکرین حق کیلئے ایک دوسرے کی تکفیر اور ان کی باہمی تبرا بازی کو بہائیوں کے استدلال کے خلاف تصور فرما کر یوں خامہ فرسائی کی ہے کہ" یہ آیت حضرت ابراہیم کی زبان سے ادا ہوئی ہے اور منکروں کی لعنت اور تکفیر کا مرجع روز قیامت ہے اس لئے ممکن ہے کہ

نہیں کہ ان معانی کو ظہور موعود کی طرف راجع کر سکیں ۔" دیکھو ریویو جلد ۲ نمبر ۱۲
آخر صفحہ ۴۷۵ و ۴۷۶ کہ وہاں کیسی غیر مہذب عبارت میں آپ اظہار حال
فرماتے اور تصور کرتے ہیں کہ " حضرت ابراہیم آخری زمانہ کے موعود کی خبریں
یہ نہیں ہو سکتا، یا آپ کو خیال گذرا ہے کہ اس دنیا میں ظہور موعود سے
قبل اور خود اس کے عہد میں کبھی یہ ممکن ہی نہیں کہ کوئی قوم ایک دوسرے
پر لعنت اور تبرا بازی کرے ۔ ایک کو دوسرا کافر کہے ۔ اور ان میں باہم
ایسا تفرقہ، اختلاف اور عداوت واقع ہو کہ ان کی مدت ہدایت تمام
ہو جائے اور یوم موعود جو کہ عذاب آسمانی گرج، اور دل کو کپکپا دینے
والی سخت ہولناک آواز کا دن ہے اُن کے لئے وہی دن آجائے حالانکہ
یہ مانی ہوئی بات ہے کہ ہر ایک امت اپنے ابتدائے شریعت میں باہم
حد درجہ کی الفت و محبت رکھتی تھی ۔ اور بعد میں رفتہ رفتہ قومی علماء اور
ان کے خرافات اور اجتہادات کی پیروی اور تقلید کرکے ذلت ۔ تباہی
اور تفرقہ میں ایک دوسرے پر لعنت کرنے میں مبتلا ہو گئی ۔ یہ برباد کن پیشوا
کون تھے یہی درحقیقت قومی بت تھے ۔ جن کی پرستش معبودوں کی طرح
کی جاتی تھی اور وہ اپنے اغراض نفسانی کی تکمیل کے لئے اپنے پیروؤں کو باہم لڑاتے
اور ایک دوسری کی تکفیر و تفسیق کرتے رہتے تھے ۔ ان کا مشغلہ یہی ہوتا تھا
کہ ایک دوسرے پر لعنت بھیجتے رہیں ۔ اور اس طرح اُن میں ایسی پھوٹ پڑ
جاتی تھی کہ آخر کار وہی پھوٹ اُن کی تباہی اور ہلاکت کا سبب بنجاتی ۔
اور ان پر عذاب نازل کرا کے رہتی تھی ۔ اسی پیشوا پرستی اور باہمی اختلاف
کو بت پرستی کہا گیا کیونکہ وہ پیشوا اور سرغنا بتوں کے مشابہ تھے اور ماتحتوں
سے اپنے حکم کی پابندی عبادت کے طور پر کراتے تھے ۔ بلکہ بت پرستی

ایسے پیشواؤں کی تقلید ہی سے پیدا ہوئی۔ اسی وجہ سے اللہ پاک نے آیت مذکورۂ بالا کے قبل ارشاد کیا ہے اتخذتم من دون اللہ اوثاناً مودۃ بینکم" یعنی تم لوگوں نے غیر خدا بتوں کو اپنا دوست بنا لیا ہے۔ پس تسلیم شدہ امر ہے کہ یہ بات یوم موعود میں آفتاب کی طرح ظاہر و باہر ہے۔ اور بہائیوں کے استدلال سے قطعاً مخالف نہیں۔ سبحان اللہ! کیا بات ہے!!! کہ ایسے لوگ جو کہ نفخ صور، حشر و نشر نفوس، اور بروزِ جہنم کے بارے میں آئی ہوئی آیات قیامت کے وقوع پر شہادت دے چکے ہیں۔ اور ان کو بحث مذاہب کے نقشے اور جزئی امور سے تاویل کر رہے ہیں۔ وہ ان آیات کے ایسے معانی کو جن کا وقوع ثابت شدہ اور ہر ایک نئی شریعت کے ظہور پر منحصر اور مسلم ہے۔ ظہور موعود کے بارے میں تعبیر کرنا ناجائز اور قابل اعتراض بتاتے ہیں۔

ناظرین! آپ سے مؤدبانہ گزارش ہے کہ اس باب میں ذرا انصاف کیجئے اور خدا لگتی بات کہئے۔ نفخ صور، اجتماع و حشر نفوس۔ بروزِ جہنم۔ پہاڑوں کا ہموار ہو جانا اور آفتاب و ماہتاب کا ایک جا جمع ہو جانا۔ یہ جتنی باتیں آیات میں بیان ہوئی ہیں کیا ان کے متعلق مجدد اور محدث شخص کی یہ تاویل موجب حیرت ہے کہ اس تذکرہ سے مذاہب کی باہمی بحث، زلزلہ، اور خسوف و کسوف مراد ہے۔ یا یہ امر باعث تعجب ہوگا کہ ایک مدعی ولایت مطلقہ اور صاحب شریعت جدیدہ اپنے انکار والوں سے کہے کہ تم لوگ ایک دوسرے کو ملعون بنا کر دوزخی تفرقہ پسند، اور بت پرست ہو گئے ہو۔ اور آیت "یکفر بعضکم بعضاً" کے مصداق بن گئے ہو؟؟ اب انصاف سے بتائیے کہ دونوں صورتوں میں سے کونسی صورت عجیب و غریب ہے۔ ایڈیٹر صاحب ریویو آف ریلیجنز میں اگر کچھ بھی انصاف ہے تو انہیں چاہئے کہ جو غیر مہذب اور ناشائستہ الفاظ

انہوں نے ریویو آف ریلیجز جلد ۶ نمبر ۱۲ کے اول صفحہ ۴۷۵ و ۴۷۶ میں قصداً یا سہواً بہائیوں کی نسبت استعمال کئے ہیں ان پر نظر ثانی کر کے انھیں ان کے صحیح اور اصل مصداق میں استعمال کریں۔ اور خود ہی انصاف فرمائیں کہ جب انہوں نے آیات قیامت سے اس طرح کا استدلال کیا اور یہ مراد لیا ہے تو پھر کس انصاف کے رو سے وہ اہل بہا کو ایسی نامناسب اور شرمناک عبارت سے مطعون کر سکتے ہیں۔ حالانکہ بہائیوں نے جس موضوع کا دعویٰ کیا۔ اور جس مدّعا کو انہوں نے ان آیات قرآنی کا مصداق و مرجع قرار دیا ہے۔ وہ ایسے مجدّد کے مرتبہ سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہے کہ اس کے مقابلہ میں جزئی امور کے لئے آیات الٰہیہ کی تاویل و تعبیر کی جا سکے" ایاز قدر خود بشناس" سچ تو یہ ہے کہ خدا اسی بندہ پر رحم فرماتا ہے۔ جو اپنی قدر خود پہچانتا ہے اور اپنے دائرہ اثر سے قدم باہر نہیں نکالتا۔ غرضکہ ہم آیات قرآنیہ اور احادیث صحیحہ سے اس بات کو ثابت کر چکے ہیں کہ چاند اور سورج گرہن کی علامت دلیل قاطع نہیں اور یہ علامت خواہ موعود کی زندگی میں نمایاں ہو یا اُس کے بعد وہ بہرحال حدیث و آیت کے مخالف ہرگز نہیں اور ایسا ہی مدّعی حق کا زمانہ کچھ اس کی عنصری زندگی ہی میں محدود نہیں ہوا کرتا۔ بلکہ اس کے دین و شرع کی تمام مدت اسی کے عہد میں شمار کی جاتی ہے۔ پس اگر کوئی علامت اس کے حیات عنصری کے بعد ظاہر ہوگی تو وہ بھی فی الحقیقت اُسی کے زمانہ میں واقع تصور کیجائیگی۔ مگر حضرات ایک ایسے معمولی خسوف وکسوف کے برخلاف آیات قرآنیہ اور احادیث صحیحہ صرف ایک ضعیف حدیث کے اعتبار سے خاص اپنی دلیل اور اپنے ہی لئے وقف سمجھتے ہیں اور ان علامات پر غور کرنے کا ذرا بھی خیال نہیں کرتے جن کا ذکر قرآن اور معتبر و مستند حدیثوں میں کمال صراحت کے ساتھ آیا ہے

بلکہ کتب انبیاء اور مختلف مذاہب کے عقائد سے ثابت ہیں اور جب مجبور
ہو کر اس بات کو ماننا ہی پڑ جائے تو اپنی رائے سے آیت و حدیث کے عجیب و
غریب معنی تراش کر اُسے وحی و الہام اور خداوندی پیغام بناتے ہیں۔ صرف
مسلمانوں کے عظیم الشان مذہبوں ہی میں نہیں بلکہ یہود و نصاریٰ کی آسمانی
کتابوں میں بھی صریح نص شدہ علامت ظہور موعود کے لئے یہ ہے کہ موعود
من عند اللہ کا نزول شام کی مقدس سرزمین میں ہوگا۔ اور یہ سب عقیدے
اور نصوص اس آیت کے مطابق پائے جاتے ہیں۔ فاستمع یوم ینادی
المنادی من مکان قریب یوم یسمعون الصیحۃ بالحق ذالک یوم
الخروج۔ یعنی جس دن پکارنے والا نزدیک کی جگہ سے پکارے گا۔
اس دن کی بات سنو وہ ایسا دن ہوگا کہ لوگ حق طور پر کڑک کی آواز
سنیں گے وہی دن باہر آنے کا ہے) تمام مفسرین بلکہ مترجمین نے بھی مترجم قرآنوں
کے حاشیوں میں لکھا ہے کہ "مکان قریب" سے بیت المقدس (شام)
کا صخرہ (پتھر) مراد ہے اور اس کا مطلب یہ ہوا کہ حق کے پکارنے والے کی
آواز ملک شام ہی کی مقدس اور بلند سرزمین سے ظاہر اور ندائے حق اسی مکان
قریب سے بلند ہوگی۔ اب اگر باتفاق مسلمانانِ عالم مکان قریب سے بیت المقدس
(شام) کو مراد نہ لیا جائے تو خود آیت کے معنی پوری دلالت رکھتے ہیں۔ کہ
قرب ظاہری مراد ہونے میں سرزمین بیت المقدس بہ نسبت تمام ممالک دنیا
کے مکہ مکرمہ سے زیادہ قریب اور محل نزول آیت کے بہت ہی پاس ہے۔
اور اگر اس "مکان قریب" کا مطلب اور حقیقی مفہوم یہ ہو کہ قرب معنوی
ہے تو یہ مراد اور صحیح تر ہوگی کیونکہ ظہور اسلام سے قبل تمام انبیاء اولوالعزم
اسی پاک سرزمین بیت المقدس میں مبعوث اور ظاہر ہوئے اور خود رسول

سرزمین بیت المقدس میں موعود کا نزول

مقبول صلعم کا عروجِ معراج بنصِ صریح اسی مکان قریب سے ثابت ہے جیسا کہ سورۃ الاسراء کے آغاز میں ارشاد ہے سبحان الذی اسریٰ بعبدہٖ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ الذی بارکنا حولہٗ لنریہ من آیاتنا " پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندہ (محمدؐ) کو راتوں رات مسجد حرام (کعبہ) سے مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) تک جس کے گرداگرد ہم نے برکت دی ہے لے گیا۔ تاکہم اسے اپنی بعض نشانیاں دکھائیں " اللہ پاک اس مقدس آیت میں اس سرزمین معہود کے مبارک ہونے کا ذکر فرماتا ہے اور اسی طرح بہت سی حدیثوں، آیتوں اور انبیا کی سابقہ کتابوں میں بھی یہ بات درج ہے اور اس درجہ مُسلّم ہے کہ اگر کسی مسلمان، یہودی، اور نصرانی سے اس کی نسبت سوال کیا جائے کہ تمہارے موعود کا محل نزول اور ورود کونسی جگہ ہے اور وہ کس سرزمین میں اترے گا۔ تو بشرطیکہ اس بات کے کہ وہ شخص اپنی آسمانی کتابوں کی بشارتوں سے واقف ہو وہ بے تامل یہی جواب دیگا کہ موعود کا ظہور و نزول سرزمین بیت المقدس اور بریۃ الشام میں ہوگا چونکہ کتب انبیا علیہم السلام کی آیات کو بطور دلیل پیش کرنا موجب طوالت ہے اس لئے ہم صرف میرزا صاحب ہی کے قول سے اپنا مطلب ثابت اور ایڈیٹر ریویو کے اعتراضات کی انہی کے پیشوا اور مقتدیٰ کی تحریرات سے تردید کرتے ہیں۔ تاکہ پھر کسی کو اہل بہا کے افضل و اعلیٰ ہونے میں شک وشبہ کی گنجائش ہی نہ رہ جائے ۔

خوشتر آن باشد کہ سرِّ دلبراں گفتہ آید در حدیثِ دیگراں

ایڈیٹر صاحب ریویو آف ریلیجنز اپنے رسالہ کی جلد ۷ نمبر ۳ صفحہ ۹۰ میں اس آیت مبارکہ کی بابت یوں تحریر کرتے ہیں " بہائی حضرات قولہ تعالےٰ

"بارکنا حولہ" میں حولہ کے معنی شہر یروشلم کا قرب وجوار قرار دیتے ہیں جس میں بیت المقدس واقع ہے پھر قرب وجوار کی تعبیر یہ کرتے ہیں کہ اس سے شہر عکا مراد ہے۔ جہاں کہ (حضرت) بہاء اللہ (عز ذکرہ الاعلیٰ) وارد اور محبوس ہوئے تھے۔" اس تشریح کے بعد گل فشانی فرماتے ہیں لفظ حول سے شہر عکا ہرگز مراد نہیں بلکہ اسی خانۂ خدا یعنی مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) کا گرد وپیش مقصود ہے شہر عکا صوبۂ قدس شریف کا ایک شہر اور اس ارض مقدس کے مضافات میں واقع ہے اسکو حول کے مفہوم میں داخل کرنا اور کھینچ تان سے کام لینا بالکل غلط اور موجب غرض ہے۔ اس کو کبھی صحیح نہیں تسلیم کیا جا سکتا۔

اَب ہم قوی قرینوں اور بکثرت نصوص اور دلیلوں کے کامل تر مصداق سے درگذر کر کے ریویو کے ایڈیٹر صاحب کو خود اُن کے مقتدیٰ ہی کی تحریروں پر توجہ دلاتے ہیں ذرا وہ غور سے کام لیں اور اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں کہ جناب میرزا صاحب اپنے اس رسالہ کے ضمیمہ میں جس کا نام خود انہوں نے خطبۂ الہامیہ رکھا ہے قادیان میں تعمیر منارۃ المسیح کا چندہ طلب کرتے اور اس غرض سے اشتہار دیتے ہوئے صفحہ ۴ میں یوں رقم فرماتے ہیں:۔

یہ منارہ اس لئے طیار کیا جاتا ہے تا حدیث کے موافق مسیح موعود کے زمانہ کی یادگار ہو۔ اور نیز وہ عظیم الشان پیشگوئی پوری ہو جائے جس کا ذکر قرآن شریف کی اس آیت میں ہے قال اللہ تعالیٰ سبحان الذی اسریٰ بعبدہٖ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی الذی بارکنا حولہٗ لنریہٗ من اٰیاتنا " اور پھر میرزا صاحب چند مفصل صفحے

متن مع حاشیہ کے یہ ثابت کرنے کے لئے لکھتے ہیں کہ مسجد اقصےٰ کا حول (گرد و پیش) قادیان ہے۔ اور اسی طرح اَور اَور رسالوں میں ان کی تحریریں مفصلاً موجود ہیں۔ پس اگر کسی میں ذرا بھی سمجھ اور انصاف کی بو ہوگی تو وہ ان تحریروں کو دیکھتے ہی یقین کرلے گا کہ کسی مذہب و مبحث میں اس طرح کا ضعف اور عجز یا ایسا نسیان اور اتنا الزام کسی آدمی سے بھی ظاہر نہیں ہو سکتا کہ وہ اپنے پیشوا اور مقتدیٰ کے قول سے مخالف ہو کر اور اس کی بات کو بھولکر الٹی بحث اور اپنے پاؤں میں آپ کلہاڑی مارے۔ مگر ہمارے مہربان ایڈیٹر صاحب ریویو آف ریلیجنز ہی میں یہ خاص وصف ہے کہ وہ اپنے مقتدیٰ کی پیروی بھی عار سمجھتے اور جس ذات بابرکات کے زیر سایہ عمر کا بہت بڑا حصہ بسر کر چکے ہیں۔ اسی کے خلاف کہنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ جناب میرزا صاحب تو ایک آیت کو پیشگوئی اور وعدۂ الٰہی قرار دیتے ہیں لیکن ان کے فاضل اور تربیت یافتہ مرید اسی کو غلط بتا کر اپنے مقتدیٰ کی تفسیر کو عجیب و ناقابل قبول تاویل ٹھہراتے ہیں۔ ان کے مقتدیٰ تو ایک بے نام و نشان قریہ" قادیان" کو جو ملک ہند کے صوبۂ پنجاب کے ایک دور ترین گوشہ میں واقع ہے بیت المقدس و مسجد اقصےٰ کا حول (گرد و پیش) بتائیں۔ اور قابل مرید بیت المقدس کے اصلی قرب و جوار میں واقع اور اسی قسمت کے ایک ضلع یعنی شہر عکّہ کو حوالی کے دائرہ سے خارج بنا کر حول کا اطلاق محض بیت المقدس کے حرم کے اطراف و جوانب کی زمین ہی پر موقوف کردیں۔!!! پھر اگر کوئی آپ کی رائے کے خلاف کچھ لکھے تو اس کی تحریر کو بے معنی اور واہیات کہیں (دیکھو ریویو آف ریلیجز۔ جلد ۷ نمبر ۳ صفحہ ۹۰ سطر ۳ و ۷) اور اس بات کو کہتے ہوئے اتنا بھی خیال نہ رکھیں کہ وہ جو کچھ غیر

ایڈیٹر صاحب کا اپنے مقتدا کی تحریرات کے رد سے ملزم ہونا۔

مہذب عبارت لکھ رہے ہیں۔ ان کی وجہ سے ان کے معتقدی پر حریف کو
چیرہ دستی حاصل ہوگی اور وہ اپنے ہاتھوں اپنے پیر کلہاڑی مارنیکے مصداق بنجائیں
گے۔ حالانکہ بہائی لوگ میرزا صاحب کی طرح اس خسوف وکسوف کو جو
معتبر آیات واحادیث کے مخالف اور صرف ایک کمزور حدیث کے استدلال
پر پیش کیا جاتا ہے۔ دلیل راجح قرار نہیں دیتے اور متناقض وجزئی
امر کو برہان کلی نہیں شمار کرتے۔ بلکہ قرآن شریف انجیل وتوراۃ مقدس
اور صحیح غیر متناقض حدیثوں کو کہ وہ دنیا کی عظیم الشان قوموں کے عقائد
کا ماخذ ہیں۔ قوی دلیل بناتے ہیں۔ اور وہ بھی وقوع مصداق اور مدعی حق
کے ثبوت کے بعد نہ کہ یونہی خواہ مخواہ اور جہاں ایسے قوی دلائل۔ کلی قرینے
بڑی زبردست نشانیاں اور عظیم الشان واعلیٰ مدعی اس آیت کا مصداق
موجود اور اُس کا مقام شہر عکا، بھی مسجد اقصیٰ اور بیت المقدس کے
نواح واطراف میں فی الحقیقت واقع ہو۔ حسب بیان ایڈیٹر ریویو عکا، کو
مسجد اقصیٰ کے گرد وپیش میں شمار کرنا یا اُسے لفظ حول سے تعبیر کرسکنا صادق
اور درست نہ ہو تو معلوم نہیں کہ ایسا آدمی اپنے معتقدی کی دوراز کار تحریریں
اور تاویلوں کی صداقت اور صحت کس طرح مان سکتا ہے۔ کہ انہوں نے
قادیان کو حول وجوار بیت المقدس لکھ ڈالا ہے ؟ کذٰلک اخذ اللّٰہ ابصا
ھم جزاءً اعمالھم وھم لا یشعرون۔ ؎

اور جب اسی مذکورہ سابق رسالہ کے صفحہ ۹۸ پر نظر کیجائے تو معلوم
ہوتا ہے کہ اس ارض مقدس کے فضائل اور اس پاکیزہ شہر عکا کے اوصاف
اس درجہ تک مسلّم ہیں کہ ریویو کے ایڈیٹر صاحب بھی ان کا انکار نہ کرسکے تو
بڑی جستجو اور تلاش کے بعد از روئے مضمون حدیث واضح ومسلّم فضائل

احادیث میں فضائل عکا اور [illegible]

و اوصاف کا مصداق یہ قرار دیا کہ سرزمین عکّا میں صلیبی حملہ آوروں کی لڑائیاں اس کی فضیلت کا سبب ہیں اور یوں تحریر فرمایا :۔

"عکّا، ایک مشہور شہر ہے اس کا ذکر بائبل میں بھی آیا ہے جنگہائے صلیبی میں عکّا، جنگ کا بڑا مرکز تھا۔ اگر کسی صحیح حدیث میں عکّا، کا ذکر بھی ہے تو ان واقعات کی خاطر ہے۔" ریویو کے فاضل ایڈیٹر نے اپنی اس عبارت میں صاف طور پہ بتایا ہے کہ عکار کے فضائل و اوصاف و احادیث میں محض اس بناء پر بیان ہوئے ہیں کہ وہاں صلیبی حملہ آوروں کا بہت بڑا جنگی مرکز قرار پانے والا تھا!!! سبحان اللہ! حالانکہ حدیث شریف میں کہیں لڑائی کا نام تک نہیں اور اگر کچھ ذکر ہے تو جنگِ تیر و شمشیر کے خلاف روحانی فتوحات کا تذکرہ آیا ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم اور کتاب مشکواۃ کے باب ملاحم فصل اوّل میں آیا ہے کہ حضرت رسول خدا صلعم نے فرمایا "هل سمعتم بمدينة جانبٌ منها في البر وجانبٌ في البحر قالوا. نعم يا رسول الله قال لا تقوم الساعة حتّٰى يغزوها سبعون الفًا من بني اسحٰق فاذا جاؤها نزلوا فلم يقاتلوا بسلاح ولم يرموا بسهم قالوا لا اله الا الله والله اكبر۔ فيسقط احد جانبيها۔ ثمّ يقولون الثانية لا اله الا الله والله اكبر فيسقط جانبها الاخرى۔ ثم يقولون الثالثة لا اله الا الله والله اكبر فيفرج لهم فيدخلوها ويغتنمون وبينهم يقسمون المغانم اذ جاءهم الصّريخ فقال الدّجال قد خرج" یعنی کیا تم نے اس شہر کا نام سنا ہے جس کا ایک حصہ میدان و بیابان میں ہے۔ اور دوسری طرف اس شہر کے دریا ہے صحابہ نے کہا۔ ہاں یا رسول اللہ ہم نے سُنا ہے رسولِ خدا صلعم

نے فرمایا جب تک اس شہر کو اولاد اسحٰق کے ستّر ہزار آدمی فتح نہ کر لیں اس وقت تک قیامت کبھی نہ قائم ہوگی۔ پس جب وہ فاتح اس شہر کی طرف آئیں گے تو وہ تیر و تلوار سے جنگ نہ کرینگے بلکہ صرف لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه واللّٰه اکبر کہیں گے جس کے کہنے کے ساتھ ہی شہر کا ایک پہلو گر جائیگا۔ پھر دوبارہ تکبیر کہیں گے تو شہر کا دوسرا حصّہ گر جائیگا۔ اسی طرح تیسری مرتبہ تکبیر کہنے سے شہر بآسانی فتح ہو جائیگا۔ اور وہ اس میں داخل ہو کر مال غنیمت آپس میں تقسیم کرینگے اور اسی وقت ان کو ایک آواز سنائی دیگی کہ دجّال نے خروج کیا ہے) رسول پاک صلعم نے اس حدیث میں ان فاتحین کی فتوحات بلا وسیلہ تیر و شمشیر ہونے کے علاوہ یہ بھی فرمایا ہے کہ جو لوگ اس شہر کو فتح کرنیکے لئے آئیں گے وہ اولاد اسحق اور عجم ہونگے۔ اور صلیبی حملہ آور اس ارشاد کے بالکل خلاف تھے۔ اوّل تو انہوں نے تیر و شمشیر کی خونریز جنگ کے بعد فتح پائی اور دوّم یہ کہ وہ اولاد اسحق ہرگز نہ تھے۔ مگر اہل عجم کی فتحیابی اور ان پر شہر عکّا کے دروازوں کا کھل جانا مظہر حق کے وعدے اور ظہور موعود کے لئے تھا۔ اور علاوہ ازیں اس قرینہ کا بھی لحاظ ضروری ہے کہ صحیح حدیثوں میں خروج دجّال کو یوم موعود سے متعلق اور متصل بتایا گیا ہے نہ کہ صلیبی حملہ آوروں کی لڑائی سے اور امام محی الدّین ابن العربی اعلیٰ اللّٰہ مقامہٗ کے بیانات کا ماخذ ایسی ہی حدیثیں تھیں جن کی بنا پر وہ اپنی کتاب "فتوحات" اور دیگر تصانیف میں خبر دیتے ہیں کہ مأدبة اللّٰه فی مرج عکّا۔ یعنی مہمان خانۂ نعمت الٰہیہ سرزمین عکا میں ہوگا۔

اور کتاب منتہی الارب کے مصنّف نے بھی لفظ عکّہ کے معنی لکھتے ہوئے حدیث کو بطور شاہد پیش کیا ہے اور لکھا ہے کہ حضرت رسولخدا نے فرمایا

طوبیٰ لمن رایٰ عکّہ یعنی خوشحال اس شخص کا جو شہر عکا کو دیکھے۔ اسی قبیل سے بہت سی حدیثیں آئی ہیں کہ ان میں سے بعض میں محض ملک شام کے فضائل بیان ہوئے ہیں حتیٰ کہ چند احادیث میں اس سرزمین مقدس کے اطراف میں ایک حوض کا ذکر آیا ہے۔ اور بعض علما ان کی سمجھ میں نہ آنے سے متعجب ہو کر یہ گمان کر گئے کہ ایک شئے کا اثبات ماعدا کی نفی کے لئے دلیل ہے۔ لہٰذا ان احادیث کے معانی مسافت اور مساحت حوض جنت کی تمثیل و تشبیہ قرار دئیے اس لئے کہ انہوں نے خیال کیا کہ شاید آنحضرت کے حوض کا اسی دنیا میں ثابت ہونا اس بات کی دلیل ہو جائے کہ جنت عالم آخرت میں نہیں ہے۔ مگر ان کا یہ وہم ٹھیک نہیں تھا کیونکہ اثبات شئے نفی ماعدا ہرگز نہیں۔ بہرحال معتبر حدیثوں میں اس ارض مقدس کے فضائل بکثرت بیان ہوئے ہیں اور کسی حدیث میں بھی جنگ کا ذکر نہیں آیا۔ ہاں یہ بات صراحت کے ساتھ مذکور ہے کہ وہاں روحانی فتوحات اور ربانی نعمتوں کا حصول و نزول ہوگا۔ پھر کسی حدیث میں ملک شام کا بعض میں شہر عکاء کا اور کسی میں شہر ملقبار کا اور بعض میں شہر دمشق کا بھی ذکر ہے۔ کیونکہ یہ تمام شہر مسجد اقصیٰ کے گرد و نواح میں واقع ہیں اور حول کا مفہوم ان پر ٹھیک ٹھیک صادق آتا ہے اور جیسا کہ ذکر ہوا احادیث کے علاوہ آیات کتب آسمانی میں بھی بار بار اسی سرزمین بیت المقدس کے اطراف و نواح ہی میں ظہور موعود کی بشارت دی گئی ہے۔ اور قوموں کی ہدایت کی خبر صراحتاً بیان ہوئی ہے لیکن باوجودیکہ تمام انبیا علیہم السلام کی آسمانی کتابوں اور احادیث صحیحہ میں اسی مقدس سرزمین کو ظہور موعود اور ہدایت مذاہب مختلفہ کا محل بتایا گیا ہے۔ اتنی عظیم الشان اور اہم بشارتیں ہونیکے ساتھ پھر بھی یہود کے

قابل ایڈیٹر صلیبی حملہ آوروں کی جنگ کو ان بشارتوں کی تحریف کرنے اور لیٹ دینے کا بہانہ قرار دیتے ہیں۔ کاش وہ اپنے مقتدا ہی کی تحریروں پر غور کر تے یا سرسری نظر ہی ڈال لیتے تو ان کو معلوم ہو جاتا کہ یہ ایراد و اعتراض خود ان کے سید الطائفہ پر ہو سکتا ہے۔ مثلاً آیت کریمہ "و آخرین منھم لما یلحقوا بھم" کے بارے میں مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ یہ ظہور موعود کی بشارت اور خبر ہے یعنی انہوں نے مسلمانانِ عرب کے ساتھ کسی دوسری جماعت کا شریکِ ایمان ہونا اور اس طرح دونوں قوموں کا باہم مل جانا کہ یہی اس آیت کے معنی ہیں" اسی کو موعود اور ان کے اصحاب کی بشارت مانا اور تاویل کیا ہے۔ حالانکہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی تھی اسکے بعد سے آجتک ہزاروں گروہ غیر اقوام کے مسلمانانِ عرب کے ساتھ ایمان و اسلام سے مشرف ہو کر لاحق ہو چکے ہیں اور کسی کو بھی اس آیت کا مصداق کامل ہو جانے میں شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہی ہے چونکہ مرزا صاحب نے خود بھی لحاظ کیا کہ اس آیت کے معنی اور مصداق کامل و ثابت ہیں اور اس میں تاویل کی گنجائش نہیں ملتی۔ تو انہوں نے اس کے اعداد جمل کو اپنے دعویٰ کا بہانہ اور دست آویز بنایا اور اس کو دلیل قرار دیا کہ آیت کے معنی ایک موعودہ جماعت کا مسلمانوں میں ملحق ہونا ہے اور وہ جماعت ایسے اخیر زمانہ میں ملحق ہوگی۔ جو اس آیت کے اعداد حروف کے مطابق ہوگا۔ ریویو کے ایڈیٹر ایسی دلیل اور پیشگوئی کو تو کچھ بھی موجب حیرت نہیں سمجھتے۔ اور عدد حرف کو اس آیت کے گذشتہ کامل مصداقوں سے انکار کرنیکا ذریعہ ٹھہراتے ہیں لیکن کتب انبیا کے صریح وعدوں کو جن میں موعود کے سرزمین بیت المقدس میں ظاہر ہونے کی خبر دی گئی ہے اس کو جنگ صلیبی

سے انکار کرنے کا ذریعہ نہیں تصور کرتے !!! باوجودیکہ ارض بیت المقدس میں موعود کا ظہور ونزول ایسا یقینی امر ہے کہ خود مرزا صاحب کے رسائل میں بھی اس کو تسلیم کیا گیا ہے۔ ایک جگہ وہ قادیان کو بیت المقدس کا قرب وجوار کہتے ہیں تو دوسری جگہ یہ احتمال پیش کرتے ہیں کہ شاید انھیں اس سرزمین بیت المقدس کا سفر کرنا پڑے۔ پس یہ تحریریں منوانتی ہیں کہ اسی سرزمین میں موعود کا وارد ونازل ہونا انبیاء علیہم السلام کی کتابوں اور بشارتوں سے ثابت و مؤکدہ ہے اور ایسی صورت میں انبیاء کی کثیر بشارتوں اور حدیث رسول صلعم کی خبر کو جو کہ اُس سرزمین میں نزول موعود کی بابت وارد ہے جنگ صلیبی سے تعبیر کرنا کبھی ان بشارتوں کو کالعدم نہ بنا سکے گا۔ بلکہ یہ عذر اغماض کی دلیل ہو جائیگا اور بتائیگا کہ یار لوگ ایک بنی بنائی بات کو بگاڑنے کیلئے حق کی روشنی پردۂ غرض میں مخفی رکھنا چاہتے ہیں: "وَيَأْبَى اللّٰهُ إِلَّا أَنْ يُتِمَّ نُوْرَهٗ" اور چونکہ تمام بشارات اور احادیث صحیحہ کا لکھنا سبب طوالت ہوگا۔ اس واسطے ہم محض ایک ہی خبر اور بشارت پر اکتفا کرتے ہیں جو دانیال نبی کا وعدہ آخر زمانہ کے موعود کے ظہور کی تاریخ ہے۔ اور جس کو حضرات قادیان بھی اپنے لئے دست آویز صداقت بنانے کی جدّ و جہد کر چکے ہیں کیونکہ اس میں زمانۂ موعود کی تعیین ہے۔ اور انہوں نے یہ سوچا کہ اگر تمام دیگر امور کی طرح دانیال کی تاریخ سے استدلال اور زمانہ موعود کے اثبات میں بھی وہ بہائی لوگوں کی تقلید کرینگے تو اپنا مدعا اچھی طرح ثابت کر سکینگے۔ مگر پھر بھی بات نہیں بنی کیونکہ یہ وعدہ اور تاریخ کا تقرر ظہور موعود کے ذریعہ سے بنی اسرائیل کی نجات اور سرزمین بیت المقدس کی طہارت کے لئے ہے اور جب دانیال کے تمام کلمات اس مطلب کے شاہد ہیں تو ایسے وعدہ کا مصداق کبھی اس شخص کی ذات سے کالعدم نہ ہوگا جو قادیان میں مجدد

ہونے کا دعویٰ کرے اس لئے کہ نہ اس مجدّد کا ورود اس معہود سرزمین ہوا۔ نہ مذاہب عالم علی الخصوص بنی اسرائیل کی ہدایت و نجات اس کی ذات سے وجود میں آئی اور نہ حضرات قادیان ان باتوں میں سے کوئی بات اپنے لئے ثابت کرسکے۔ البتّہ یہ شان اور یہ مصداق حضرت بہاءاللہ کے اس سرزمین میں نزول فرمانے اور اس طلعتِ موعود کے وہاں جلوہ گر ہونے سے کامل اور ظاہر ہوگیا کہ وہ ایران و روم کے دو بادشاہوں کے حکم سے مملکت ایران سے مملکت بیت المقدّس کو جلاوطن کئے گئے۔ اور اُس مقدس سرزمین میں وارد ہوکر محبوس ہوئے اور محض قدرت الٰہی سے وہ جلاوطنی سے وعدہائے انبیاء کے ظہورِ مصداق کا سبب ہوگئی اسواسطے ذلّت عزّتِ کبریٰ بنی اور ہر ایک مذہب و ملّت کے آدمی ہدایت سے فائز ہوکر وہ آیت کریمۂ یوم نبعث من کل اُمّۃٍ فوجًا ؛ کا مصداق بنگئے علی الخصوص بنی اسرائیل کہ وہ ہدایت و ایمان میں شہرۂ آفاق ہوئے اور نالۂ اشتیاق بلند کرکے مباحثوں کی مجلسوں میں بہت سے علمائے مذاہب کو ملزم بناتے اور آیت کریمۂ ومن قوم موسیٰ امۃ یھدون بالحقّ وبہٖ یعدلون کے مصداق کا تاج اپنے سر پر رکھا +

غرض موعود کا ورود و نزول اور دانیال نبیؑ کی بشارت کا مصداق شام کی مقدّس سرزمین میں واقع ہوا۔ اور وہ خطّہ ان کے نور سے منور کیا گیا انھیں کے وجود سے تمام مذاہب کی عموماً اور بنی اسرائیل کی نجات و ہدایت خصوصًا متحقّق و ثابت ہوگئی اور یہ کمال و مصداق حضرت بہاءاللہ عزّ ذکرہ کے ظہور و نزول سے ثابت ہوا نہ کہ قادیان کے مدّعی امامت سے جنھوں نے محض مسلمانوں ہی کو مُرید بنایا اور دین اسلام کے زیر سایہ ہوکر

ادّعائے ترویج کیا۔ بہرحال ہم ذیل میں دانیالؑ نبی کی عبارت بجنسہٖ درج کرتے ہیں تاکہ ناظرین اس سے آگاہ ہوں اور معترضین کی غلط بیانی کا ثبوت مل جائے +

بلب ۱۲ - دانیالؑ میں میکائیل کی خبر ہوتی ہے کہ وہ بنی اسرائیل کو اُن کے دکھوں سے چھڑائیگا۔ اور دانیال اُن مدّتوں کی خبر پاتا ہے جو مقرر کیگئی تھیں آیت (۱) اسوقت میکائیل وہ بڑا سردار جو تیرے فرزندوں کی حمایت کیلئے کھڑا ہے۔ اٹھیگا۔ اور اسوقت تیرے لوگوں میں سے ہر ایک شخص جس کا نام کتاب میں لکھا ہوگا رہائی پائیگا۔ اور ان میں سے بہتیرے جو زمین پر خاک میں سوراہے ہیں جاگ اٹھیں گے بعض حیات ابدی کیلئے اور بعض رسوائی اور ذلت ابدی کے واسطے (۱۱) جس وقت سے دائمی قربانی موقوف کی جائیگی اور وہ چیز جو (بنی اسرائیل) کے گناہ کی خرابی ہے قائم کی جائیگی۔ ایک ہزار دوسو نوّے دن ہونگے اس تاریخ کی ابتدا آغازِ ظہور اسلام کا زمانہ ہے جو بنی اسرائیل کی اس دائمی قربانی کے موقوف ہونیکا سبب ہوا۔ اور ایکہزار دوسو نوّے دن (سال) ظہورِ اسلام کے شروع سے اس نجات بنی اسرائیل تک ہوتے ہیں۔ جو سرزمین بیت المقدس میں واقع ہوتی اب اگر کوئی صاحب اپنے آپ کو مجدّد اور ان آیات کا مصداق قرار دیں۔ حالانکہ انھوں نے بنی اسرائیل میں سے ایک متنفس کو بھی راہ ہدایت نہ دکھائی ہو اور نہ وہ ایسی سرزمین میں وارد ہوئے ہوں جو وعدہ انبیا کا محل ہے تو کیا ایسے مدّعی کے حق میں یہ بشارتیں صادق آسکتی ہیں ؟ یا ان کا مصداق وہ صاحب دین وشرع مستقل ہوگا جن کا ورود ونزول ٹھیک اسی سرزمین میں ہوا جس کی تمام نبیوں نے خبر دی بشارت دی تھی۔ اور پھر انکے ورود ونزول پر ہزاروں آدمی بنی اسرائیل اور دوسرے

تمام مذاہب کے پیروؤں میں سے ہدایت وایمان کے ساتھ مفتخر اور سرفراز ہوئے؟ افمن یھدی الی الحق احق ان یتبع امن لا یھدی الا ان یھدیٰ ج فما لکم کیف تحکمون" الایہ (ترجمہ اب کیا وہ شخص جو حق کیطرف راہ دکھاتا ہے پیروی کئے جانیکا مستحق تر ہے یا وہ شخص جو بغیر دوسرے کی رہنمائی کے خود ہی راہ نہیں پاتا۔ تم کو کیا ہو گیا ہے؟ تم کیسا حکم کرتے ہو) ❊

الحاصل یہ عظمت شان، قوت برہان اور ہدایت خلق کا امتیاز آج صرف بہائی دین ہی میں موجود ہے۔ قادیان کی جماعت اس سے بالکل بے بہرہ ہے کیونکہ اس نے مختلف مذاہب میں سے سوائے بعض مسلمانوں کے اور کسی کو ہدایت نہیں کی اور یہی بشارت دوسری جگہ باب دانیال نبی میں یوں بیان ہوئی ہے۔ آیت (۱۳) میں نے ایک قدسی کو کہتے سنا اور دوسرے قدسی نے جو کلام کرتا تھا پوچھا کہ وہ رویت دائمی قربانی (کی بابت) اور اس اجاڑ کرنیوالے کی خرابی کہ مقام مقدس اور لشکر دونوں دیئے گئے کہ پامال ہوں کب تک ہیگی؟ (۱۴) اس نے مجھے کہا کہ دو ہزار تین سو دن (سال) تک ہی پھر تمام بیت المقدس پاک کیا جائیگا۔

اس تاریخ کی ابتداء دانیال نبی کی اسی وحی سے ہوتی ہے۔ اور اُسی وقت سے دین بہائی کے آغاز تک پورے دو ہزار تین سو سال ہوتے ہیں۔ اور یہی بشارت کی تاریخ کا تکرار اس کا مصداق واقع ہونے کی تعین، ظہور موعود سے ارض مقدس کے پاک ہو جانے اور بنی اسرائیل کے نجات و ہدایت پانے کی وضاحت کرتی ہے۔ اب انصاف کیجئے کہ ان کلمات سے کیا ثابت ہوتا ہے۔ آیا یہ کہ ان کا وقوع اور مصداق (مکان قریب) ارض بیت المقدس میں موعود کے ظہور سے وابستہ ہے یا (مکان بعید)

ف ینادون من مکان بعید پ۲۴ ع۱۹

دُور ترین مقامات ممالک ہند و پنجاب کے مدعی کے متعلق ہے؟ اور موعود کا ظہور
بنی اسرائیل کی نجات و ہدایت کے واسطے بتایا گیا ہے۔؟ یا صرف بعض
مسلمانوں میں سے ایک فرقہ کھڑا کیلئے کیلئے؟

ریویو آف ریلیجنز نمبر ۳ جلد ۷ صفحہ ۸۹ و ۹۰ و ۹۱ میں ایڈیٹر
صاحب اس وعدہ اور تاریخ دانیال نبی کے بارہ میں بہائیوں پر اعتراض کرکے
لکھتے ہیں کہ "جبکہ ہم اس تاریخ کی ابتدا کو ہجرت نبوی صلعم کے زمانے سے
لیں نہ کہ آپ کے زمانہ بعثت سے تو (حضرت) بہاء اللہ کا دعوے بارہ سو نوے
سال سے دس برس قبل شروع ہوا اور اس وجہ سے یہ بشارت اور وعدہ حضرت
بہاء اللہ کی طرف راجع نہیں ہے" اب اگر ہم تمام دوسری دلیلوں سے چشم
پوشی کرکے صرف ریویو کے لائق ایڈیٹر ہی کی میزان و خواہش کے مطابق
ہجرت نبوی صلعم سے اس تاریخ کی ابتدا لے لیں اور بعثت رسول ؐ سے اس کا
آغاز نہ شمار کریں تو بھی یہ تاریخ اس طرح بالکل مطابق آجاتی ہے۔ کہ ہرچند
حضرت بہاء اللہ عز اسمہ الاعلیٰ کا پبلک ادعا ۱۸۶۳ء مطابق ۱۲۸۰ہجری
میں حضرت باب روحی لہ الفدا کے ظہور سے انیس ۱۹ سال بعد تھا۔ لیکن اس
اظہار ادعا کی ابتدا دار السلام بغداد میں ہوئی تھی نہ کہ سرزمین بیت المقدس
میں لیکن طلعت موعود کا مشی و خرام اسی سرزمینِ معہود میں جو حضرت
دانیال ؑ کی ان آیات کا مصداق کامل تھا وہ ۱۸۷۳ء مطابق ۱۲۹۰ء
میں ظہور حضرت باب کے تیس ۳۰ سال بعد واقع ہوا۔ اور یہ بالکل ٹھیک ہے
کیونکہ حضرت دانیال کی یہ تاریخ اور ان کا یہ وعدہ ورود : نزولِ موعود کے
وسیلہ سے ارض مقدسہ کی صفائی کیلئے تھا۔ چنانچہ اس کا مصداق ٹھیک
اسی تاریخ میں کامل ہوگیا۔ اور اب بھی رسالہ ریویو آف ریلیجنز نمبر ۳ جلد ۷ صفحہ ۹۱

کی سطر ۱۱ دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ ایڈیٹر کے یہ اعتراضی جملے خود اسی پر عائد
ہوتے ہیں اس کی یہ ساری محنت جو پیشگوئیوں میں اظہار شبہ کرنیکے
لئے تھی رائیگاں گئی" +

مگر خود مرزا صاحب نے سرزمین بیت المقدس میں نزول موعود کی بابت
رسالہ ایام الصلح وغیرہ میں جو کچھ جواب دیا ہے وہ یہ ہے۔ جب ثابت ہوگیا کہ
حضرت عیسےٰ کا آسمان پر مع جسم خاکی صعود کرنا غلط ہے تو اسی اثبات سے
صحرائے شام میں نزول اور ورود موعود کی نفی بھی لازم ہو جاتی ہے۔ یعنی
حضرت عیسیٰ کا مع جسم آسمان پر جانا مجازاً کہا گیا ہے نہ کہ حقیقتاً۔ اسی
واسطے ارض مقدس میں موعود کے نزول اور ورود کا ذکر بھی مجازاً
ہی ہونا چاہئے۔ اس میزان سے قادیان بھی سرزمین بیت المقدس
میں شمار کیا گیا۔ ملاحظہ کیجئے یہ بات قانون علم وعقل کے کس قدر خلاف ہے کہ
کہ ایک چیز کے اثبات کو دوسری چیز کی نفی کی دلیل ٹھہرا دیں کیونکہ جہاں کسی
ایک آیت یا حدیث میں کوئی کلمہ یا مطلب مجاز اور استعارہ کے طور پہ ذکر
کیا گیا ہو۔ تو وہ تمام کلمات ومطالب کے مجاز ہونے کی دلیل ہرگز نہیں
قرار دیا جاسکتا۔ اسی طرح جبکہ یہ ثابت ہو جائے کہ موسیٰ کی قبر کسی شخص
کو معلوم نہیں تو یہ خلق کی نادانی اور قبر موسیٰ کی گمشدگی کا اثبات انکی
حیات کی دلیل اور موت کی نفی نہیں ہے۔ لہذا کوئی ضرورت نہیں
کہ ہم حضرت موسیٰ یا عیسیٰ کی وفات کیلئے کوئی مقبرہ ومقام کو متعین کریں
اس لئے کہ یہ مسئلہ مسلم ہے کہ ایک چیز کا نہ جاننا یا نہ پایا جانا اس کے نہ ہونیکی
دلیل نہیں ہوسکتی اور نہ ہی اس کے عدم ثبوت پر دلالت کرسکتی ہے
اور یہی وجہ ہے کہ باوجود ایسی تحریروں کے خود مرزا صاحب نے بھی چند جگہ

ایسا لکھ دیا ہے کہ شاید ہم یا ہمارے تابعین میں سے کوئی شخص کسی وقت ارض بیت المقدس کو جائے تاکہ اس طرح ارض مقدس میں نزول موعود کی تکمیل ہو جائے اور "تحفہ بغداد" کے صفحہ ۲۷ میں لکھتے ہیں " یثبت من لفظ النزول عند منارۃ دمشق ان وطن المسیح الموعود الذی یخرج فیہ ھو ملک آخر وانما ینزل بدمشق بطریق المسافرین " یعنی مسیح کے منارۂ دمشق کے نزدیک نازل ہونیکے لفظ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مسیح موعود کا وطن اصلی جس میں وہ خروج کرینگے کوئی دوسرا ملک ہے اور وہ صرف مسافرانہ طریقہ پر دمشق میں نازل ہونگے) ؛

سرزمین شام میں موعود کے نزول پر مرزا صاحب کی تصریحات

مرزا صاحب کی اس دوسری تحریر سے موعود کا ارض مقدس میں نازل ہونا لازم اور صادق آتا ہے۔ مگر یہ بات نہایت غور و تعجب کے قابل ہے کہ میرزا صاحب نے جان بوجھ کر بھی اس علامت کو تکمیل کرنے کیواسطے زحمت سفر گوارا نہ کی اور ارض مقدس میں وارد نہ ہو سکے۔ لیکن حضرت بہاء اللہ عز ذکرہ الاعلیٰ نے اس طرح کی بشارت و علامت کو اپنے حق میں مفید بنانے کا ارادہ تو کیا خیال بھی نہیں کیا۔ یہ مصداق و علامت انکے لئے قدرتاً یوں ثابت اور مکمل ہوگئی کہ سلطنت ایران و روم نے آنحضرت کو جلا وطن کرکے صوبۂ بیت المقدس کے علاقہ میں نظر بند کر دیا۔ غرض ریویو کے ایڈیٹر صاحب نے صفحہ ۹۰ سطر ۴ میں ان تمام اعتراضات کے بعد یوں لکھا ہے کہ "یہ پیشگوئیاں آخری موعود کے ظہور کے وقت کا صرف اندازہ ظاہر کرتی ہیں اور ان کو ٹھیک طور پر سالوں اور مہینوں پر منطبق کرنا عبث ہے!" اس عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس وعدہ اور تاریخ کی بحساب ماہ و سال پوری تطبیق اور تکمیل کر سکنا ریویو کے فاضل

ایڈیٹر کے لئے ایک نہایت مشکل کام تھا جو آخر کار ان سے نہیں ہو سکا۔ بقول ایڈیٹر صاحب جبکہ "یہ پیشگوئیاں آخری موعود کے وقت کا صرف اندازہ ظاہر کرتی ہیں"۔ تو انھیں بہائیوں کے استدلال کی تردید اور ان پر اتنا اعتراض ہی کرنا لازم نہ تھا جو انہوں نے چند صفحے نہایت زور شور میں آکر اس مسئلہ کے متعلق بہائیوں کے خلاف لکھے اور آخر میں خود ہی یہ شہادت دیدی کہ "یہ بشارت آخری موعود کے وقت کا صرف اندازہ ظاہر کرتی ہے"!!!

یا للعجب! میدان مناظرہ میں تو اترتے ہیں اور ابھی اتنی بھی خبر نہیں رکھتے کہ اگر کوئی اسطرح مناظرہ و مباحثہ اور تردید و اعتراض کے دائرہ میں قدم رکھے جو فی الحقیقت روحانیت کے برخلاف ہے۔ تو اس پر لازم ہے کہ اپنے مدعی مقابل کا مطلب ایسی صورت میں رد کرے کہ خود اسی مطلب کو بہتر اور کامل تر انداز سے اپنے حق میں ثابت کر سکے۔ یہ نہیں کہ محض انکار پر بات ختم کردی اور جھگڑا چکا دیا۔ ریویو کی تحریریں دیکھی جائیں تو اس کے اعتراضات سب اسی قسم کے ہیں۔ وہ ایسی صورت میں بہائیوں کی کامل تطبیقوں کو رد کرتا ہے جو ان سے خود اپنے پست تر درجہ ہونیکی شہادت دیتا ہے گویا وہ عمر عزیز کے اوقات میں محض انکار اور اوراق و صفحات کو سیاہ کرنا ہی اپنا فرض اور ذمہ سمجھ چکا ہے۔

پھر اسی صفحہ ۹۰ کی سطر ۷ و ۸ میں وہ اس مذکورۂ بالا پیشگوئی اور دانیل کے وعدوں کی نسبت یوں لکھتا ہے:- "دراصل یہ تمام تشریحات بہاء اللہ نے نہیں کیں بلکہ اس کے مُریدوں کی ہیں۔ پیراں نمے پرند مریداں مے پرانند۔ اور مدعی سُست گواہ چُست کا معاملہ ہے"۔ جب ناظرین اس رسالہ کو اول سے آخر تک مطالعہ فرمائیں گے تو ان پر بخوبی واضح ہو جائیگا

کہ ان عبارات کے لکھنے والے نے (جیسا کہ ہم ثابت کر چکے ہیں) ایک بار نہیں بلکہ بار بار بڑی صراحت کے ساتھ اپنے مقتدا کی تحریروں سے مخالفت کی ہے اور باوجود اس خوش فہمی کے وہ بہائیوں کی نسبت ایسی عبارتیں لکھتا ہے میں حیران ہوں کہ آیا زیور ادب اور تہذیب سے آراستہ اصحاب کے نزدیک ایسی تحریریں اور عبارتیں لوازم بحث میں داخل ہو سکتی ہیں؟ لا واللہ بہائیوں کا یہ استدلال اور تشریح جسکو انہوں نے تفصیل کے ساتھ انبیاء ع کی بشارات سے لکھا ہے نکا اجمال ان کلمات و آیات میں بھی موجود ہے جو حضرت بہاء اللہ عز ذکرہ الاعلیٰ پر نازل ہوئیں اور ان کے مخالف و متناقض کبھی نہیں۔ چنانچہ فرمایا ہے قل انہ لھو المذکور فی صحف القبل والموعود فی کتب اللہ رب العالمین انہ لھو الذی بہ خرقت الاحجاب و نزلت الآیات و ظہرت البینات " اکہدو! اس میں شک نہیں کہ اگلے صحیفوں میں اسی کا ذکر کیا گیا ہے اور اللہ رب العالمین کی کتابوں میں اسی کا وعدہ دیا گیا ہے۔ بیشک وہی ہے جس کے وسیلہ سے پردے چاک کئے گئے اور آیتیں اتاری گئیں۔ اور روشن دلیلیں ظاہر ہوئیں " اور رسالہ ریویو نمبر ۱ صفحہ ۴۸ میں بھی بہائیوں کی کتابوں سے یہ کلمات نقل کئے گئے ہیں۔ ھذا ھو الذی ذکرہ محمد رسول اللہ ومن قبلہ الروح ومن قبلہ الکلیم " یہ وہی ہے جس کے آنے کی نسبت محمد رسول اللہ صلعم اور ان سے پہلے عیسیٰ اور ان سے پہلے موسیٰ نے پیشگوئی کی تھی " پس بہائیوں کے استدلال کی تفصیل انہی عبارتوں کے اجمال سے ماخوذ ہے نہ کہ ان کی مخالف اور متناقض۔ اور اگر ریویو کے ایڈیٹر صاحب کا طعن و اعتراض اسی بات پر ہے کہ بہائیوں نے اس اجمال سے ایسی تفصیل کیوں اخذ کی تو ہم کہتے ہیں کہ یہ مسئلہ غیر معقول اور مرت

مضمون استدلال بہائیان و بطلان اعتراض ریویو

بہائیوں ہی پر منحصر نہیں بلکہ ہر ایک ملت و مذہب کے پیرو اپنی آسمانی کتابوں کے مجمل مطالب سے محکم و مفصل مسائل اخذ اور استخراج کرتے ہی رہتے ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ ریویو کے ایڈیٹر صاحب اپنی ہی سابقہ تحریر کا اقتدا کریں تاکہ ان کو اس اعتراض کا سقم معلوم ہو جائے جو انہوں نے بہائیوں پر کیا ہے۔ چنانچہ وہ خود رسالہ نمبر ۶ جلد ۲ کے صفحہ ۱۸ میں تورات شریف کی اس آیت کے آخر سے پیشگوئی رسول اللہ صلعم کیلئے استدلال کرتے ہیں کہ خدا سینا سے آیا۔ اور سعیر سے طلوع ہوا اور فاران کے پہاڑ سے ان پر چمکا۔" اس آیت میں خدا کے سینا سے آنے کی مراد موسیٰ کا ظہور اور سعیر سے طلوع کرنا بروز عیسوی اور فاران سے تجلی کرنا محمد صلعم کی بعثت ہے۔ فاران مکہ معظمہ کے ایک پہاڑ کا نام ہے جو حرم بیت اللہ کے قریب ہی واقع ہے۔ اور بہت سے علماء سابقین نے بھی اس آیت کے آخری فقرہ کو رسول اللہ صلعم کے ظہور کا وعدہ اور آپ کے آمد کی خبر مانا ہے۔ تو کیا اسوقت کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے۔ کہ در اصل یہ تشریحات رسول اللہ صلعم نے نہیں کی ہیں بلکہ مسلمانوں نے کی ہیں" !!

اس اعتراض کا حق ہرگز کسی کو حاصل نہیں کیونکہ یہ استدلال قرآن کے مخالف نہیں ہے بلکہ اس تفصیل کا اجمال قرآن میں موجود ہے۔ دیکھو اللہ پاک فرماتا ہے یجدونہ مکتوباً فی التوراۃ والانجیل" (یعنی یہود و نصاریٰ توراۃ و انجیل میں آنحضرت صلعم کے ظہور کا وعدہ پاتے ہیں) غرض ریویو کے ایسے اعتراضات الٹے کر خود اسی پر راجع ہوتے ہیں اور آسمان کا تھوکا منہ پر آتا ہے ؎ متہم داری کسانے را کہ حق ؛ کرد امین مخزن ہفتم طبق۔ صاحب ریویو اپنے رسالہ نمبر ۶ جلد نمبر ۶ صفحہ ۲۳۱ و ۲۳۲ میں لکھتے ہیں

کہ امریکا کے بہائیوں نے بائبل کی بعض پیشگوئیاں (حضرت) باب کی شان میں وارد قرار دی ہیں۔ منجملہ ان کے ایک بات یہ ہے کہ مسیح کی آمد ثانی کے قبل "ایلیا" کا آنا (حضرت) باب کیلئے استدلال کرتے ہیں مگر یہ پیشگوئی ان کے ادعاے کوئی تعلق نہیں رکھتی۔ کیونکہ (حضرت) بابؑ نے خود اس پیشگوئی کو اپنی طرف منسوب نہیں کیا۔" ہم اس بارہ میں بھی مرزا صاحب ہی کی تحریر سے ایک جواب دینے پر کفایت کر کے ریویو کے ایڈیٹر کو قائل و معقول بنانا چاہتے ہیں دیکھیے ان کے معتقدمی کتاب تریاق القلوب کے صفحہ ۱۴۸۔ اور اس کے ضمیمہ میں اسی امر کے متعلق لکھتے ہیں کہ "اگر کچھ لوگ اعتراض کریں کہ حضرت عیسیٰ نے یحییٰ کو "ایلیا" کہا تھا اور ایلیا کی دوبارہ آمد کو جس کا انتظار یہود میں پایا جاتا تھا یحییٰؑ سے منسوب کیا۔ حالانکہ خود یحییٰؑ نے اس پیشگوئی کو اپنی طرف نسبت نہ دینے کے علاوہ صاف انکار کر دیا اور کہہ دیا کہ میں ایلیا نہیں ہوں۔" تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان دونوں قولوں میں کچھ تناقض نہیں کیونکہ مسیح تو یحییٰ کو باعتبار اس کی خو اور طبیعت کے ایلیا ٹھیراتا ہے.... حضرت یحییٰ اس بات سے انکار کرتے ہیں کہ وہ حقیقی طور پر ایلیا ہوں .... اگر اسطرح پر تناقض ہوسکتا ہے تو پھر خداوند تعالیٰ کے کلام میں بھی نعوذ باللہ تناقض ماننا چاہیے۔" تو یہی سبب ہے کہ نصاریٰ مسیحؑ کی دوسری تشریف آوری میں ایلیا کی آمد ثانی کا انتظار رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس پیشگوئی کا کامل مصداق مسیح موعود کے زمانہ میں ظاہر ہوگا۔ چنانچہ خود ان کی کتابوں کے نصوص میں بھی آخر زمانہ میں دو موعودوں کی آمد کی بشارت موجود ہے۔

ہمارے مقصود یہ تھا کہ گو حضرت یحییٰؑ نے خود کو ایلیا نہیں کہا بلکہ ایلیا ہونے سے انکار کر دیا۔ لیکن حضرت عیسیٰ نے ان کو ایلیا فرمایا اور

صاف طور پر اس پیشگوئی کو یحییٰ کی نسبت جائز سمجھا۔ مگر حضرت باب نے اس امر میں کچھ بھی انکار ظاہر نہیں کیا بلکہ علاوہ بریں ارشاد فرمایا کہ مسیح موعود کے قبل آنیوالے کیلئے جو پیشگوئی تھی وہ میرے بارہ میں کامل ہوگئی اور میں حضرت بہاء اللہ کا مبشر اور انکے ظہور کا پیش خیمہ ہوں۔ اور شب و روز انکی زبان سے یہی بات نکلتی۔ اگر ریویو کے ایڈیٹر اپنے ہی رسالہ نمبر ۱ جلد ۱۲ کے صفحہ ۲۹۵ اور صفحہ ۲۷۴ پر نظر ڈالیں تو شاید ان کا اشتباہ خود انہی کی تحریر سے رفع ہوجائے۔ کیونکہ وہ لکھتے ہیں "حضرت باب نے ساری پیشگوئیوں کو اپنی جانب منسوب اور اپنے بارہ میں کامل کہا"

پس بہائی جن پیشگوئیوں کو

حضرت بہاء اللہ اور حضرت باب کے ظہور کی طرف راجع کرتے ہیں وہ انہی کے ادعا کے مطابق ہیں نہ کہ مخالف۔ چنانچہ ریویو آف ریلیجنز کی تحریر بھی اس کا ثبوت بہم پہنچاتی ہے۔ یہ بڑے مزے کی بات ہے کہ ریویو آف ریلیجنز کے فاضل ایڈیٹر ایک طرف تو یہ لکھتے ہیں کہ "میں نے بہائیوں کی تمام کتب یونکو نہیں دیکھا ہے۔" دوسری جانب وہ ایسی عبارتیں نقل فرما رہے ہیں کہ "حضرت باب اور حضرت بہاء اللہ نے تمام پیشگوئیوں کو اپنی جانب نسبت دی ہے" اور باوجود اس کے ایڈیٹر صاحب پھر اپنے اس قول کے خلاف ہو کر لکھتے ہیں کہ "بہائیوں نے مسیح موعود کی آمد سے قبل ایلیا کے آنیکی پیشگوئی کو ظہور حضرت باب پر استدلال کیا ہے۔ اور یہ پیشگوئی ان کے ادعا سے اس لئے تعلق نہیں رکھتی کہ انھوں نے خود ان پیشگوئیوں کو اپنے اوپر چسپاں نہیں کیا" حالانکہ بہائیوں کی کتابوں میں اس طرح کی عبارتیں نظر آتی ہیں۔ مثلاً "اس ظہور اور حضرت نقطہ (باب) کے بروز کی مثال حضرت ابن مریم اور یحییٰ (تعمید دہندہ) کے ظہور

کی مانند ہے" اور بہائیوں کے ان مسائل و مطالب سے ایڈیٹر صاحب کی بیخبری
کسی کے لئے میزان نہیں بنتی لیکن لطف یہ ہے کہ باوجود بیخبری اور لاعلمی
کے صاحب ریویو جلد ۶ نمبر ۱۰ صفحہ ۳۹۵ میں نقل کرتے ہیں کہ حضرت باب
(روحی لاحبائہ الفداء) نے اپنے احباب کو ایک دوسرے ظہور کی خبر دی اور
یہ بشارت سنائی کہ اللہ پاک اپنے ایک اور مظہر کو دنیا میں بھیجیگا۔ اور پھر جبکہ
ایڈیٹر صاحب کو معلوم ہوا کہ یہ مطلب خود بہائیوں کے اثبات امر کی تائید کرتا ہے
تو پھر آپ اسکی تردید کیلئے یوں پہلو بدلتے ہیں "جب بہت سی کوششوں کے
بعد باب کو یقین ہو گیا کہ اس کے اپنے دعوے کچھ ایسے سرسبز نہیں ہوسکے
اور سب طرف سے ناکامی ہی ناکامی نظر آئی تو اس نے اپنے مریدوں کے دلوں
سے اس ناکامی کے خیال کو دور کرنے کے لئے یہ تجویز کی کہ انہیں ایک اور آنے
والے کے انتظار میں لگا رکھے" اس خود غرضانہ تحریر سے بھی ثابت ہو رہا ہے۔
کہ حضرت باب نے دوسرے موعود کے ظہور کی پیشگوئی کی اور بشارت دی تھی
مگر ایڈیٹر صاحب لکھتے ہیں کہ "حضرت باب نے اپنے دعویٰ میں سخت ناکامی کا
منہ دیکھ کر یہ پیشگوئی کی تھی" لہذا ہمیں ان کے اس سراپا غلط بیان کی
تردید خود رسالہ ریویو ہی کی متناقض تحریروں سے کر دینی چاہئے تاکہ ایڈیٹر
صاحب کو اپنے اعتراضات کی قدر و منزلت تو معلوم ہو جائے کہ باوجود اس
غلط بیانی کے وہ خود اپنے رسالہ نمبر ۶ جلد ۶ صفحہ ۲۳۴ کے شروع ہی میں رقم
طراز ہیں۔ "جس وقت اس (باب) کو قید کیا گیا وہ ایسا زمانہ تھا کہ اس کا
فرقہ خاصی ترقی کر چکا تھا۔ اور اسکے سلسلہ کے جوشیلے واعظ بڑی سرگرمی کے
ساتھ مختلف حصص ملک میں اس نئے مذہب کے پھیلانے میں مصروف ہو گئے
تھے۔" ہا

ریویو کی ان متناقض عبارتوں سے صاف عیاں ہے کہ وہ ہر جگہ جس بات کو اپنے مدعا کے مناسب سمجھتے ہیں اس پر بلا لحاظ اسکے کہ واقع میں صحیح ہے یا غلط جو کچھ خیال میں آتا ہے لکھتے چلے جاتے ہیں۔ تحقیق حق اور معاملہ کی حقیقت پر اپنے قول کی تطبیق ان کے پاس ہو کر بھی نہیں پھٹکتی کیا خوب!! ع عرض خود مے بری و زحمت ما میداری ؛

پھر اسی پیشگوئی پر جو حضرت باب نے حضرت بہاءاللہ کے بارہ میں کی تھی صاحب ریویو نے ایک اور اعتراض بھی کیا ہے۔ صفحہ ۸۳ نمبر ۳ جلد ۷ کے اول اور صفحہ ۳۹۵ نمبر ۱۰ جلد ۶ کے اخیر میں لکھتا ہے "چونکہ حضرت باب کے بعض معتقدین نے حضرت بہاءاللہ کا ادعا قبول کرنے میں توقّف سے کام لیا تھا۔ لہذا ان لوگوں کا یہ توقّف ہی پیشگوئی کے نقص اور بطلان کی دلیل ہے۔ سخت تعجب ہے کہ ریویو کے ایڈیٹر صاحب اپنے کو شب و روز دینی مباحث میں مشغول خیال کرتے ہیں۔ لیکن ابھی اتنا بھی نہیں سمجھے کہ اگر کسی آسمانی کتاب کے چند معتقد اپنی کتاب کے موعود کو قبول نہ کریں تو اس بات سے کتاب کی پیشگوئی اور موعود حق میں کوئی نقص واقع نہیں ہوتا۔ کیونکہ اگر ایسا ہو تو پھر (نعوذ باللہ) آسمانی کتابوں کے تمام وعدے اور ان کی جملہ پیشگوئیاں اور تمام نبیوں کا ظہور کوئی بھی حق نہیں قرار پاسکیگا اسلئے کہ ہر ایک امت نے اپنی کتاب کے موعود کو قبول نہیں کیا بلکہ اسکی تردید میں اپنی ہی کتاب سے من گھڑت دلائل پیش کئے اور اُسے کاذب و باطل کہا۔ چنانچہ ہم اسی رسالہ میں آگے چل کر اس بات پر بھی بحث کرینگے سردست ہمارا مقصد یہ ہے کہ بائبل میں ایلیا کے دوبارہ آنے کی پیشگوئی مسیح کی آمد ثانی سے قبل کی گئی ہے ۔ اور یہ یہود و نصارٰے

کا مسئلہ عقیدہ ہے۔ پھر اس کو مسلمانوں کے متعدد فرقوں کی حدیثوں کے ساتھ بھی مطابق پایا جاتا ہے کیونکہ فرق اسلامیہ اسی عقیدہ کو بجنسہ محض تبدیل نام کے ساتھ یوں ملتے ہیں کہ مسیح موعود کی دوبارہ آمد سے قبل مہدی کا ظہور ہوگا اور اس طرح انبیا کی جملہ کتابوں اور مسلمانوں کی بکثرت حدیثوں سے ثابت ہے کہ آخر زمانہ میں دو موعود ایک ہی وقت ظہور فرمائیں گے۔ وہ منجانب اللہ ہونگے۔ اور ان دونوں میں سے ایک موعود دوسرے کا ویسا ہی پیش خیمہ ہوگا جیسے کہ حضرت یحییٰ ظہور حضرت عیسیٰ کے پیش خیمہ تھے۔ اور بہائی ان دونوں وعدوں اور بشارتوں کا مصداق حضرت باب اور حضرت بہاء اللہ کے ظہور کو قرار دیتے ہیں۔

میرزا صاحب اور ان کی جماعت نے جب اپنے مدعا کو اُن بشارتوں اور وعدوں کے موافق نہ پایا جن کو دنیا کی عظیم الشان قومیں بالاتفاق نہیں اور جملہ مذاہب باوجود اپنے اختلاف کے برابر تسلیم کرتے آئے ہیں۔ لہذا انہوں نے حدیث غریب "لا مھدی الا عیسیٰ" کو اپنا دست آویز بنا کر اس پر استدلال کیا۔ کہ مسیح و مہدی ایک ہی شخص ہوگا۔ طرفہ تر یہ ہے کہ میرزا صاحب اور ان کی جماعت نے اس غیر مشہور حدیث کو تمام نصوص پر مقدم بلکہ اس کو اصل قرار دیکر اس کے ذریعہ سے جملہ نصوص صریحہ انبیاء کے اقوال و قوموں کے متفق علیہ عقیدے اور کتب سماوی کی آیات کو اس ضعیف حدیث کے مطابق تاویل کیا۔ حالانکہ مسلمانوں کی اکثر حدیثوں میں مہدی و مسیح الگ الگ ہونا موجود اور قاعدہ ہے کہ اگر کسی واقعہ کے متعلق احادیث میں اختلاف پایا جائے اور قرآنمجید میں اسکے متعلق کچھ ذکر نہیں تو ان احادیث میں سے اس حدیث کو ترجیح دی جائیگی جو شہرت و کثرت روایت، راویوں کی حفظ و اتقان اور صداقت وغیرہ

اوصاف میں بھی بڑھی ہوئی ہو اور اس کا مضمون صریح عقل کے مخالف
نہ ہو۔ مگر افسوس کہ میرزا صاحب نے اس مسلّمہ اصول کو چھوڑ کر ایک ایسی غریب
حدیث سے استدلال کیا ہے۔ جس میں اوصاف مذکورہ میں سے کوئی وصف بھی
نہیں پایا جاتا بلکہ انھوں نے اس کو کتب انبیا۔ احادیث مشہورہ اور اہل اسلام
کے عقائد مسلّمہ پر ترجیح دی۔ حالانکہ وہ حدیث نہ روایتاً صحیح ہے۔ اور نہ درایتاً

اب اگر ہم میرزا صاحب کی تحریرات کے رو سے بھی ان چیزوں کو مدنظر
رکھیں جو سلسلہ عیسےٰؑ ابن مریم اور سلسلہ مسیح موعود کی باہمی شباہت کا لابد
ہیں۔ تو یہ بات ماننی پڑتی ہے کہ مہدی کو مسیح موعودؑ کے علاوہ اور اُن کی
آمد کا پیش خیمہ ہونا چاہئے۔ جیسے کہ حضرت یحیٰی عیسیٰ بن مریم کے علاوہ اور انکی
آمد کے پیش خیمہ تھے۔ کیونکہ میرزا صاحب کے دعویٰ کی بنیاد یہ ہے کہ سلسلۂ
مسیح موعود اور سلسلۂ عیسیٰ بن مریم کے مابین مشابہت و تمثیل کامل ہونی چاہئے
اور جبکہ میرزا صاحب کی تحریروں خصوصاً ان کے رسالۂ الہامیہ کے حاشیہ
پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے اپنے دورہ کو دورہ عیسےٰ سے
مشابہ بنانے حتیٰ کہ اپنی ماں کو حضرت مریم کی مانند اور اپنے نطفہ کے انعقاد
کو انعقاد نطفۂ مسیح بن مریم کے مثل قرار دینے میں اس قدر طول وطویل بیانات
لکھے ہیں جن میں تکرار مطالب کے سوا اور کوئی بات نہیں پائی جاتی - اور
ایسے جزئی امور میں بھی اپنی تمثیل وتشبیہ عیسیٰ بن مریم کے ساتھ دکھاتے
اور اس پر بہت ناز فرماتے ہیں۔ مگر اُن کلی تشبیہات وتمثیلات کیطرف کچھ توجہ
نہیں کرتے۔ جو کتب انبیا اور اصول مسلّمہ کے مطابق اور بتواتر ثابت ہیں۔
جس کا باعث یہ ہے کہ وہ تشبیہات وتمثیلات واضحاً آپ کے دعاوی کیخلاف
ہیں۔ مثلاً انبیا کی آیات وبشارات میں صاف طور پر مسیح موعود کا ورود نام کی

مقدس سرزمین میں بتایا گیا ہے۔ اور ایسے ہی مختلف مذاہب اور دنیا کی بڑی
بڑی قوموں کی کتابوں اور عقائد میں آیندہ زمانہ میں ایلیا یا مہدی کا مسیح کے
قبل آنا مذکور ہے۔ مگر جب میرزا صاحب اور اُن کی جماعت جواب دینے
سے عاجز ہوتی ہے تو یوں کہنے لگتے ہیں کہ "قادیان بھی بیت المقدس کے
قرب وجوار میں سے ہے اور مہدی و مسیح دونوں ایک ہی شخص ہے۔" اس
جگہ نہ تو انبیاء کے صریح نصوص اور بشارات کی کوئی پرواہ کرتے ہیں اور نہ
سلسلہ موعود کی مسلسلہ عیسیٰ بن مریم کے ساتھ شباہت تامّہ کا اعتبار کرتے
ہیں۔ حالانکہ بات خود انہی کی منظور کی ہوئی میزان ہے۔ مگر وہ اپنی اس میزان کو
فراموش کرکے غیر مناسب "دلیلیں شروع کردیتے ہیں۔ خود میرزا صاحب نے
کتاب تریاق القلوب کے ضمیمہ نمبر ۲ صفحہ ۱۴۸ میں "ایلیا" کی آمد ثانی کی بابت لکھا
ہے کہ "اس قصے پر دو قومیں (یہود و نصاریٰ) جو باہم سخت دشمن ہیں اعتقاد
رکھتی ہیں کہ اور اب تک ملاکی نبی کی کتاب میں یہ پایا جاتا ہے۔ پھر باطل کیونکر
ہوسکتا ہے۔ جس اعتقاد کو یہود و نصاریٰ اور مسلمان تین مختلف العقیدہ اور
ایک دوسرے کی دشمن قومیں مانتی ہیں۔ اور وہ عقیدہ ان کی کتابوں میں بھی اب
تک موجود ہے کہ آخر زمانہ میں دو موعود مبعوث ظاہر ہونگے ہم ان کو پیش
نظر رکھ کر اور اسی اتفاق کو میزان بنا کر سوال کرتے ہیں کہ اس صورت میں
ایک غیر مشہور حدیث سے اس بات کو باطل ٹھیرانا کیونکر ممکن ہے؟ کیونکہ مختلف
مذاہب کا اعتقاد اور ان کے نصوص و روایات کی کثرت اور شہرت اور تمام
قرینوں کی صحت صاف صاف دو موعودوں کے ظہور کا پتہ دے رہی ہے
پس حدیث "لا مہدی الّا عیسیٰ" کے معنی اس کے سوا اور کچھ نہیں بنتے کہ
مہدی و مسیح کے ایک ہونے سے ان کا روحانی اور معنوی اتحاد مراد ہے"

نہ یہ کہ مہدی و مسیح ایک ہی شخص ہے اس واسطے یہ امر احادیث کثیرہ کے مخالف اور تمام دنیا کی بڑی قوموں اور مذہبوں کے عقائد و نصوص کے منافی ہے اس حالت میں حدیث "لا مھدی الا عیسے" کا مقصود یہی ٹھیریگا کہ مہدی و مسیح میں باطنی اتحاد اور معنوی یگانگت ہے نہ کہ وحدتِ شخصی جیسا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "انا النبیون وانا" یعنی میں تمام انبیا کا مجموعہ ہوں اور قرآن میں باریتعالیٰ ارشاد کرتا ہے "لا نفرق بین احد من رسلہ" ہم خدا کے رسولوں میں کچھ بھی تفریق نہیں کرتے) مگر اس فرق نہ کرنے کے معنی نہیں کہ ان میں باہم ایک دوسرے پر کوئی فضیلت ہی نہ تھی بلکہ اس کا مدعا یہ ہے کہ از روئے اوصاف روحانی وہ بالکل یکسان اور غیر ممتاز تھے اس لئے کہ یہ آیہ کریمہ فضلنا بعضھم علی بعض اس آیت کے مقابلہ میں صاف بتا رہی ہے کہ خدا نے اپنے رسولوں کو ایک سے ایک بڑھ چڑھ کر مبعوث فرمایا یا کہ فرمودہ رسول صلعم "انا النبیون فانا" کے یہ معنی نہیں ہیں کہ آپ کے سوا کوئی اور پیغمبر ہوا ہی نہیں اور ہر زمانہ میں امر دین الٰہی کے جتنے مظہر آتے رہے معاذ اللہ یہی ایک نورانی روح ان میں حلول اور دخول کر کے بار بار جنم لیتی رہی۔ ایسا ہرگز نہیں بلکہ اس فرمان کا مطلب یہ ہے آنحضرت انبیائے سابقین صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ روحانی یگانگت اور باطنی اتحاد رکھتے تھے۔ ورنہ انبیاء کا بیشمار بکثرت ہونا اور تناسخ کی تردید خود قرآن شریف میں موجود ہے اور اسی طرح یہ حدیث شریف لا مھدی الا عیسیٰ اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ اخیر زمانہ کی دو موعود دو شخص ہونگے بلکہ یہ دلیل ہے اس امر کی کہ روحانی اوصاف میں ان کا اتحاد و اتفاق ہوگا اگر ایسا مانا جائے تو سابق میں بیان شدہ کثیر اور مشہور حدیثوں اور بڑی بڑی

قوموں اور عظیم الشان مذہبوں کے نصوص وعقائد کی تکذیب یا نئی پڑیگی اور
یہ اَن ہونی بات ہے کیونکہ ان میں بوضاحت بتایا گیا ہے کہ اخیر زمانہ میں
"مہدی" یا "ایلیا" ظہور مسیح کے قریب زمانہ میں پیدا ہوگا اور وہ مسیح نہ ہوگا بلکہ مسیح
کا پیش خیمہ ہوگا - لہذا کسی حدیث کی تکذیب اور اس کا انکار کئے بغیر دونوں
اقوال کا اختلاف اگر رفع ہوسکتا ہے تو صرف انہی دلائل سے ہوسکتا ہے جو
ہم نے پیش کئے ورنہ اس کے برعکس صورت میں ایک غیر مشہور حدیث کے
بالمقابل بہت سی مشہور حدیثوں، انبیاء کے نصوص، اور دنیا کی بڑی قوموں
کے مسلمہ عقائد کی تکذیب لازم آئیگی -

غرضکہ ثابت ہوتا ہے کہ اس حدیث کا مطلب صرف روحانی اتحاد
ہے - اور اس اعتبار سے نہ صرف مہدی عیسیٰ اور عیسیٰ مہدی ہوسکتے ہیں
بلکہ حضرت ختمی مآب صلعم آدمؑ اور آدم خاتم ہوتے ہیں - ہم چاہیں تو اس امر
کے بیشمار دلائل وشواہد میرزا صاحب ہی کے تحریرات سے نکال کر پیش
کردینگے - لیکن طول دینے سے کیا حاصل - اس واسطے سب سے چشم پوشی
کرتے ہیں اور آیندہ اس مفہوم کا ثبوت کسی دلیل کا محتاج بھی نہیں ہے
اب رہے میرزا صاحب اور ان کے ہوا خواہ اصحاب وہ تو چار و نار مہدی
ومسیح کو ایک ہی شخص تسلیم کرینگے - اگر وہ اس کے مخالف ہوجائیں تو اپنا
کھیل بگاڑ دیں - لہذا کسی صحیح علامت یا حدیث کے مصداق کو خواہ وہ
کتنا ہی آسان کیوں نہ ہو مگر اپنے عقائد کے خلاف دیکھکر اس کی رکیک تاویلیں
کرتے ہیں اور سہل مسئلہ کو مشکل بنا دیتے ہیں اور اگر معمولی سی بات بھی اپنے
خیال کے مطابق کہیں پاتے ہیں تو دنیا میں شور مچا دیتے ہیں - اسی بناء پر انہوں
نے خسوف وکسوف کو برہان قاطع اور حدیث لا مھدی اِلا عیسیٰ

کو آیات اور احادیث مسلّمہ کی ناسخ قرار دیکر اپنا آلۂ کامیابی بنا رکھا ہے۔ غیر مناسب تاویلوں کی کوشش کا یہ عالم ہے کہ "قادیان" کو مسجد اقصیٰ کا گرد و پیش بناتے ہیں اور یہ بھی خیال نہیں کرتے کہ تاریخ و جغرافیہ سے تو خیر آیات و احادیث سے بھی اس کی کوئی وجہ ثبوت بہم نہیں پہنچتی۔ بس زیادہ سے زیادہ "قادیان" کی شان میں اپنی کہانی پیش ہو سکتی ہے۔ کہ اس کا اصل نام "قاضیان" یا "کدع" تھا کثرت استعمال نے اصلی صورت مسخ کر دی اور "قادیان" رہ گیا۔

لیکن اگر بہائی حضرت بہاء اللہ عز ذکرہ کے محل ورود کا ارض بیت المقدس کے گرد و پیش میں ہونا ثابت کریں تو یہ کچھ بھی بعید از عقل و نقل نہیں کیونکہ وہ جگہ سرزمین بیت المقدس ہی میں داخل ہے۔ اور قدیم الایام سے انبیائے الٰہی کے تشریف لانے کی جگہ رہ چکی ہے۔ قادیان کی طرح گمنام و بے نشان جگہ نہ تھی کہ اس کے واسطے کہانی گھڑ لی جائے اور خواہ مخواہ تعریف و توصیف کے پل باندھے جائیں۔ اب اگر ہم احادیث سے اسطرح کے دلائل پیش کرنا چاہیں تو کہہ سکتے ہیں کہ سُنّی اور شیعہ فرقوں کی حدیثوں یہاں تک کہ یوحنا وغیرہ کے مکاشفات سے ہی مہدی کا سید ہونا ثابت ہے کہ مہدی موعود خدا کے شاہد عادل یعنی پیغمبر اسلام کی نسل سے ہونگے۔ حضرت باب روحی لہ الفدا کی سیادت مشہور خاص و عام اور سورج کی طرح روشن تھی نہ کہ من گھڑت اور خانہ ساز بات مگر میرزا صاحب نے جب مہدی موعود کے لئے ایسی علامت مذکورہ دیکھی تو وہ اس فکر میں پڑ گئے کہ اپنے تئیں سید ثابت کریں لہٰذا آپ نے کتاب تریاق القلوب کے ضمیمہ نمبر ۲ صفحہ ۶۴ میں لکھدیا کہ میرا سلسلہ اہلِ ایران اور سادات کرام دونوں سے ملتا ہے

حضرت مہدی کی سیادت

اور گویا معجون[1] مرکب ہے" اور اس تمہید کے بعد آپ فرماتے ہیں۔ "وحی والہام میں مجھ کو میرے ایرانی سلسلۂ نسب کے اعتبار سے مخاطب بنایا گیا ہے۔ لیکن میری دادیوں میں سے ایک بی بی سیدانی بھی تھیں" میرزا صاحب نے یہ نسخۂ معجون مرکب اپنے قلم سے تسطیر فرمایا ہے۔ مگر افسوس کہ خود ان کی تحریر سے بھی ان کی سیادت کا قطعی ثبوت و یقین حاصل نہیں ہوتا۔ چہ جائیکہ وہ عام خلق میں سید مشہور ہوں اور شجرۂ نسب اور تاریخ خاندان سے اس بارہ میں سند لا سکیں۔ پھر ایسے ہی موعود کا سرزمین بیت المقدس اور مکۂ معظمہ میں وارد ہونا انبیاء کے اقوال سے ثابت ہوتا ہے اور یہ بات حضرت بہاء اللہ اور حضرت باب روحی لہما الفداء کو حاصل ہوئی۔ مگر دوسرے مدعی کو اس کے برخلاف اس سرزمین میں قدم تک رکھنا نصیب نہ ہوا۔

لیکن اس بارہ میں میرزا صاحب اور اُن کے حواری یہ عذر پیش کرتے ہیں۔ کہ اسباب سفر اور وسعتِ رہ سپاری بیت الحرام کا موجود نہ ہونا ہماری اس شرف سے محرومی کا سبب ہے چنانچہ وہ اپنے رسالہ ایام الصلح میں جس کو مولوی عبدالکریم نے فارسی میں ترجمہ کیا ہے۔ یوں لکھتے ہیں: "منجملہ موانع مہمہ اغتشاش و فساد طریق و مخاطرہ جان در خود مکۂ معظمہ است۔ آیۂ مَنِ استطاعَ اِلیہِ سَبیلاً" باید نظر بکنند۔" صفحہ ۱۳۵ اور دراصل غرضیکہ این مشتے دوستان ما را کیک در شلوار کردہ اینکہ مسیح ہند با مکہ برویم و اینہا برخی اشرار الناس از اینجا در عقب ما گسیل کنند کہ بمکہ آیند و رستخیزے برپا کنند" ان اقوال کا خلاصہ یہ ہے کہ جان کے ڈر سے ہم مکہ نہیں جا سکتے۔ پھر صفحہ ۱۴۷ میں لکھتے ہیں: "اول استیصال فتن دجالیہ است تا ازیں فراغ دست بہم نہ دہد حج نمودن منافی خبر مخبر صادق است" یعنی پہلے موعود کا فرض

دعاوی موعود میں معجون مرکب

[1] لفظ معجون مرکب خود میرزا صاحب کی تحریرات میں ہے)

دجّال کو مغلوب و مقہور بتاتا ہے پھر اس کے بعد اسے زیارت بیت اللہ کے لئے
جانا چاہئے۔ کیا خوب! ان تحریروں سے تو ثابت ہوتا ہے کہ ہنوز یہ علامتیں
کامل ہی نہیں ہوئیں۔ اور میرزا صاحب کا دجّال مغلوب ہی نہیں ہوا حالانکہ
وہ اپنے تمام رسائل میں برابر لکھتے رہے ہیں کہ ہمارے سارے دشمن ہلاک
ہو چکے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ موعود کے علامات و کمالات کا وقوع اور اس
کے فرائض عظیمہ کا حصول اسباب کے فراہم ہونے پر موقوف ہے۔ یا یہ کہ
موعود کی حقیقت کے معنی یہی ہیں کہ اس میں وہ فرائض موجود ہوں؟ جیسا کہ
ارشاد ہوتا ہے کہ "لَا یشغلھم شان عن شان" (انہیں ایک کام دوسرے
کام کرنے سے عدیم الفرصت نہیں بناتا) پس حضرتِ قادیان کی عذر خواہی
یہ معنی رکھتی ہے کہ جب خدا نے کسی مدّعی کو اس امر اہم کے اسباب بدرجۂ کمال
عطا نہ کئے ہوں اور وہ لازمی کمالات و علامات میں سے کسی علامت و کمال
کو اپنے اندر نہ رکھتا ہو تو اسے صاف کہدینا چاہئے کہ "مجھے معاف کرو مجھ
میں یہ استطاعت نہیں اور قدرتًا یہ کمال مجھے عطا نہیں ہوا" جب میرزا
صاحب پر ایسی منصوصہ علامتوں میں سے کوئی علامت صادق نہیں آتی۔
تو عذر خواہی کرکے اپنی بے استطاعی کی شہادت دیتے ہیں۔ اور جب کوئی
ایسا جزئی امر یا ضعیف حدیث ہاتھ لگ جائے جس کو من وجہ اپنے
خیال کے ساتھ مطابق کر سکیں تو اسوقت محض عوام کو جوش دلانے
کے واسطے کہدیتے ہیں کہ خسوف و کسوف اور طاعون و زلزلہ کی
بلائیں ہمارے ظہور کی دلیل اور ہماری صداقت کی کفیل ہیں!!! یا
حدیث "لا مھدی الا عیسیٰ" کو معتبر تر احادیث اور مشہور تر نصوص کی
ناسخ بنالیتے ہیں۔ اور قادیان کو بیت المقدس کا گرد و پیش بناتے ہیں غرضکہ

ایسے جزئی امور کو زبردست دلائل تصور کرتے ہیں جنکو اہلِ علم و دانش کسی شمار و قطار میں نہ رکھیں۔ خلاصہ مقصود یہ ہے کہ حضرت بہاء اللہ نے متعدد مقامات پر اظہار کیا کہ مختلف قوموں اور مذہبوں میں جس موعود کے آنے کا وعدہ ہے۔ اور آخر زمانہ اس کے ظہور کے واسطے مقرر کیا گیا ہے۔ وہ میں ہی ہوں۔ انھوں نے صاف صاف کہا ہے:- ھذا یوم بشر اللہ بہ انبیائہ و رسلہ یشھد بذالک من عندہ اُم الکتاب۔" آج وہی دن ہے جس کی بشارت خدا نے اپنے نبیوں اور رسولوں کو دی تھی اور اس بات کی شہادت وہ خدا دیتا ہے جو ام الکتاب (لوح محفوظ) رکھتا ہے) پھر دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے " قل یا ملاء الانجیل قد فتح باب السمآء و اتی من صعد الیھا۔ انہ ینادی فی البر و البحر و یبشر الکل بھذا الظھور الذی نطق لسان العظمۃ۔ قد اتی الوعد و ھذا ھو الموعود"

ان عبارات مبارکہ کا ترجمہ ریویو کے ایڈیٹر صاحب اپنے رسالہ کی جلد ۶ نمبر ۱۲ صفحہ ۴۷۸ سطر ۱۲ میں یوں لکھتے ہیں:۔ "اے اہل انجیل آسمان کا دروازہ کھولا گیا ہے اور جو اوپر چڑھ گیا تھا۔ وہ اب نیچے آگیا ہے اور وہ بحر و بر میں ندا کر رہا ہے۔ اور سب لوگوں کو اپنے ظہور کی یہ خوشخبری سنا رہا ہے جو کہ عظمت کی زبان سے نکلی کہ بیشک وہ وعدہ اب پورا ہو گیا ہے اور موعود سامنے کھڑا ہے" اور ادعائے بعثت و نزول مسیح کے بارہ میں ایسی صراحت معلوم کرنے کے بعد بھی وہ پھر اپنے اسی رسالہ میں لکھتے ہیں کہ " اس قول سے حضرت بہاء اللہ کا مقصود وہی مسیح موعود نہیں جس کی آمد کی خلق منتظر ہے" سبحان اللہ کیا بات پیدا کی ہے، مسلمان اور عیسائی دونوں مسیح کی آمد ثانی کیلئے چشم براہ ہیں اور حضرت بہاء اللہ

نے ان آیات میں اسی بات کو بالصراحت ظاہر کیا ہے کہ "وہ جو آسمان پر چڑھ گیا تھا اب نیچے آگیا ہے" لیکن ہمارے ایڈیٹر نے امر واقع کا روز روشن میں انکار کردیا۔ پھر حضرت بہاء اللہ دوسرے مقام پر فرماتے ہیں انّہٗ اتی من السّماءِ کما اتیٰ اوّل مرّۃٍ یعنی جس طرح مسیح پہلی بار آسمان سے آیا تھا ویسے ہی اب پھر آسمان سے آیا ہے۔" ان کلمات میں سے موعود کے نزول کا ادّعا اور نصاریٰ کو انجیل کے روسے ملزم بنانا۔ پوری طرح ثابت ہے۔ اس لئے کہ انجیل یوحنا فصل ۶ کے آخر میں حضرت عیسٰی نے باوجود بطن مادر سے پیدا ہونے کے فرمایا ہے کہ "میں آسمان سے آیا ہوں۔" لہذا اس آیت میں فرماتے ہیں کہ جس طرح مسیح پہلی آمد میں بطنِ مادر سے تولد ہوتے کے باوجود آسمان سے نازل ہوئے تھے ویسے ہی آج ان کا نزول ثانی واقع ہوا ہے۔ اب ان چند کلموں کی فصاحت وبلاغت بھی قابل غور ہے۔ کہ اس میں ادّعا استدلال۔ اور کتب آسمانی کے معانی وحقائق کو واضح کرنے کی کتنی تفصیلیں مضمر ہیں۔ جسے آمد ثانی مسیح کا ثبوت آشکارا ملتا ہے ریویو کے ایڈیٹر صاحب قابل رحم ہیں وہ خود اس طرح کے بلیغ ومعجز کلمات کو بہائیوں کی کتابوں سے نقل وترجمہ کرتے ہیں۔ مگر ان کے تحریف اور تصنع کا رنگ ان پر اسقدر غالب آتا ہے کہ حضرت بہاء اللہ کے ادّعا کو مسلمانوں کے انتظار سے غیر مطابق بتاتے ہیں!!! ناظرین غور وانصاف سے دیکھ کر خود شہادت دینگے کہ ریویو کے باکمال ایڈیٹر نے جو کچھ لکھا ہے محض مغالطہ دینے اور اپنے ادّعا کا دام بچھانے کی غرض سے لکھا ہے۔ اگر وہ اپنے مقتدا کے رسائل پر نظر ثانی کرینگے تو ان کو صاف طور پر مرزا

صاحب کے کلام میں سخت اعتراض و گرفت کی گنجائش رہ سکے گی. چنانچہ وہ اپنے رسالہ ازالۂ اوہام طبع اول کے صفحہ ۱۰۹ میں لکھتے ہیں: "اے برادرانِ دین و علماء شرع متین! آپ صاحبان میرے ان معروضات کو متوجہ ہوکر سنیں کہ اس عاجز نے جو مثیل موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے جس کو کم فہم لوگ مسیح موعود خیال کر بیٹھے ہیں یہ کوئی نیا دعویٰ نہیں۔" میرزا صاحب یہاں صریحاً اپنے مسیح موعود ہونے سے انکار فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کم فہم لوگ مجھ کو مسیح موعود ہونیکا مدعی خیال کر رہے ہیں اور میں مثیل موعود ہوں نہ کہ خود موعود اور اس کو بھی جانے دو تو میرزا صاحب صفحہ ۱۶۰ ضمیمہ نمبر ۲ کتاب تریاق القلوب میں لکھتے ہیں کہ "براہین احمدیہ میں قبل علم قطعی یہی لکھا گیا تھا کہ خود عیسیٰ بن مریم آئیگا۔"

تحریرات مرزا صاحب و بہائیوں میں تناقض

خلاصہ یہ ہے کہ ریویو کے ایڈیٹر نے بہائیوں کی کتابوں میں ایسی متعارض عبارتیں نہیں دیکھی ہیں تاہم وہ نفسانیت سے بیخود ہوکر ریویو نمبر ۱۰ جلد ۶ کے صفحہ ۳۹۵ میں لکھتے ہیں کہ "(حضرت) باب نے پہلے اپنے تئیں مہدی موعود کا واسطہ کہا تھا۔ اور پھر جب لوگوں نے ان کے قول کو بیچون وچرا مان لیا تو لگے ادّعائے مہدویّت کرنے۔" پھر اسی رسالہ میں بہائیوں کے دعوے کو نفاق، زمانہ سازی، جنون، اور مہلیت، سے منسوب کرکے ادب وتہذیب سے قطعاً بے تعلقی اختیار کرلی ہے۔ اور اگر کہیں وہ میرزا صاحب کے ایسے متعارض تحریرات بہائیوں کی کتب میں پاتے تو خبر نہیں کیا آفت ڈھاتے اور کیسی ناگفتنی باتیں اس دین والوں کو سناتے!!! اور پھر طرفہ تر یہ ہے کہ رسالہ نمبر ۶ جلد ۶ صفحہ ۲۳۱ میں بہائیوں پر جنون اور مہلیت کا الزام عاید کیا ہے۔ مگر اسی صفحہ کے شروع میں

ــه اس سے ثابت ہوتا ہے کہ تحریر براہین احمدیہ کے زمانہ کو میرزا صاحب کے ادعا کا آغاز قرار دینا صحیح نہیں ہے

بہائیوں کو موقع گیری، ہوشیاری، زمانہ فہمی، طلاقت لسان، اور فصاحت بیان کا مجموعہ بھی بہتا یا ہے۔ اور اتنا بھی خیال نہیں کیا کہ جس شخص کو باوجود مخالف ہونے کے ایسا نکتہ دان، زمانہ سنج اور فصیح لکھ رہے ہیں پھر اُسی شخص کی نسبت جنون اور مہملیت کا الزام تحریر کرنا خلاف ادب وتہذیب ہونے کے علاوہ لکھنے والے کی غلط نویسی کا بھی ثبوت ہے اور ظاہر کرتا ہے کہ ایسے کلمات جوش عداوت اور خود غرضی کے علامات ہیں۔ ہم تو اُن خلاف تہذیب کلمات کا اعادہ کرنے سے بھی متنفر ہیں صرف اتنا پتہ دیتے ہیں کہ فاضل ایڈیٹر ریویو جلد نمبر ۶ صفحہ ۲۲۱ کو خود ہی دیکھ لیں اور ملاحظہ کریں کہ ان کا سمند قلم کس ناہموار راستہ پر چل پڑا ہے۔ حالانکہ ایڈیٹر ریویو کے مورد اعتراض حضرت بہاء اللہ اور حضرت باب قدسیتُ ذکرہما کی تحریریں نہیں ہوتی ہیں بلکہ خود ان کے محترم مقتدا کی تحریریں ان تیروں کا نشانہ بنتی ہیں جو لائق مُریدنے اَوروں پر چلائے ہیں پھر ہم ایڈیٹر صاحب کو ان کی تحریروں کی طرف توجہ دلاتے ہیں جو ان کے رسالہ جلد ۶ نمبر ۱۲ صفحہ ۴۷۶ میں بہائی کتابوں کی ان عبارات کا ترجمہ درج کرتے ہیں " قل تااللہ قد ظھر ماھو المسطور فی کتب اللہ رب العٰلمین انہٗ لھوالذی سُمّی فی التورات بیھوہ۔ و فی الانجیل بروح الحق۔ و فی الفرقان بالنباء العظیم۔ " کہو! خدا کی قسم کہ تحقیق جو کچھ الہٰی کتابوں میں لکھا گیا وہ پورا ہوگیا۔ بے شک وہ جس کو پرانے عہدنامے میں روح القدس اور قرآن میں نباء عظیم لکھا گیا ہے وہی ہے ؞

اس ترجمہ میں ایڈیٹر ریویو کی تحریف اور مغالطہ دہی جو انہوں نے عبارت کو غلط بتا کر اپنے مفید مطلب بنانے کے لئے کی ہے ذرا بھی

سنی روح الحق اور روح القدس میں ایڈیٹر ریویو کی تحریف

پوشیدہ نہیں رہتی۔ پہلے تو اُس نے اصل عبارت ہی کو اڑا دیا تاکہ کوئی موازنہ نہ کر سکے۔ پھر باآنکہ خود ترجمہ میں روح الحق کے معنی روح القدس لکھے۔ مگر مغالطہ دینے کیلئے آپ آگے چلکر لکھتے ہیں "یہ روح القدس۔ فارقلیط کے معنی ہیں اور محمد رسول اللہ صلعم کی طرف راجع ہے (حضرت بہاء اللہ نے اس پیشگوئی کو اپنے حق میں کیوں لے لیا"۔ آپ نے لکھنے کو تو یہ لکھدیا۔ لیکن اس کا خیال نہ آیا کہ جس روح تسلّی دہندہ کے معنی فارقلیط و احمد موعود بیان کرتے ہیں روح القدس اور روح الحق کے علاوہ دوسری ذات ہے اور اس کی شہادت خود آپ ہی نے اسی رسالہ میں دی ہے کہ حضرت بہاء اللہ عزّ اسمہٗ خود ہی روح تسلّی دہندہ کا مصداق رسول اللہ (احمد موعود صلعم) کو قرار دیا ہے۔ پس انجیل کی اصطلاح میں روح تسلّی دہندہ، روح القدس اور روح الحق کے ساتھ ایک ہی چیز نہیں قرار دیگئی ہے۔ ریویو کے ایڈیٹر کو الفاظ کے اشتراک و اشتباہ نے غلطی اور دھوکے میں ڈالا۔ کیونکہ ان تینوں کلمات میں لفظ روح متشابہ اور مابہ الاشتراک ہے بدیں وجہ وہ روح تسلّی دہندہ کا ترجمہ روح القدس اور روح الحق کر گئے اور یہ سمجھے کہ روح القُدس اور روح الحق کے الفاظ جہاں آئیں وہیں ان کے معنی تسلّی دہندہ اور احمد موعود صلعم سے مخصوص ہونگے حالانکہ اصطلاح انجیل کی رو سے روح القدس اور روح الحق (خدا کا وحی الہام) روح تسلّی دہندہ (فارقلیط) کے علاوہ اور شے ہے۔ چنانچہ انجیل لوقا باب ۱۳- آیت ۱۶ میں حضرت یحییٰ حضرت عیسیٰ کے ظہور کی خبر دیتے ہوئے فرماتے ہیں "وہ تم کو روح القدس اور آگ سے اصطباغ دیگا" اور یوحنا کے رسالۂ اول باب ۴ آیت ۱-۶ میں لکھا گیا ہے کہ جو روح خدا کو پہچانتا ہے وہ روح حقّ و صدق اور اس کے سوا کاذب دجال

ہے۔ عہد نامہ جدید (انجیل) کی ان اصطلاحات سے ماننا پڑتا ہے کہ روح القدس روح الصدق اور روح الحق اس مدعی حق کیلئے بولا جاتا ہے جو روح الہٰی سے مبعوث ہو اور یہ احمد موعود صلعم کے لئے مختص نہیں بلکہ اس کا اطلاق اس مسیح کے ظہور ثانی کے لئے بھی ہوتا ہے جو صدق وحق کا مدعی ہے۔ پس اس تشریح سے ثابت ہوگیا کہ قطعاً روح القدس روح الحق اور روح تسلی دہندہ ایک ہی نہیں ہیں چونکہ نصاریٰ اسی مغالطہ اور شرکت وشباہت الفاظ کے پھیر میں پڑ گئے اور انہوں نے روح تسلی دہندہ کو زمانہ مسیح میں روح القدس سے تاویل کیا اس لئے ظہور احمدی صلعم سے جو روح تسلی دہندہ کے مصداق کامل تھے منکر اور غافل رہے۔ پس الفاظ کی مشابہت کو مغالطہ اور اعتراض کی علت قرار نہیں دینا چاہیے۔ بلکہ کہنے والے کی مراد سمجھنے کی کوشش کرنا قرین انصاف ہے نہ کہ تحریف ومغالطہ سے کام لینا

مثلاً قرآن کریم میں بذریعہ روح الامین۔ وحی نازل ہونے کا ذکر ہوا ہے۔ اور اصطلاح قرآن میں روح الامین جبریل اور قوۂ وحی سے تعبیر کیا گیا ہے اور دوسری جگہ سورۂ نبا میں ظہور عظیم موعود کی بابت ارشاد ہوتا ہے۔ "یوم یقوم الروح والملائکۃ صفاً لا یتکلمون الا من اذن لہ الرحمٰن وقال صواباً۔ ذالک یوم الحق فمن شاء اتخذ الی ربہ مآباً انا انذرناکم عذاباً قریباً" یعنی جس دن روح کھڑے ہوکر اور فرشتے قطار در قطار حاضر ہونگے وہ کلام نہ کرینگے مگر ان میں سے جس کو خدائے رحمٰن حکم دے گا اور وہ ٹھیک بات کہے گا وہ ہے حق کا دن اور پھر جو کوئی چاہے اپنے رب کے پاس ٹھکانا بنا رکھے۔ ہم نے تم کو ایک نزدیک عذاب کا ڈر دلادیا ہے۔" روح الہٰی اور روح حق کا ملائکہ کے ساتھ قیام اور انکا

بحکم خدا یوم حق میں کلام کرنا جو اس سورۂ مبارکہ میں "نبأ عظیم" کے نام سے ذکر ہوا ہے یہ وہی وعدہ اور خبر ہے جو انجیل متی باب ۲۴ آیت ۳۰ اور انجیل مرقس باب ۱۳۔ آیت ۲۶ و ۲۷ میں مسیح کے جلال خدا میں ملائکہ کے ساتھ دوبارہ آسمان سے نزول فرمانے کی بابت وارد ہوئی ہے اور آیات قرآنیہ کے ساتھ پوری طرح مطابق ہیں اور ان سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ روح الہٰی کا نزول اور نبأ عظیم کا ظہور تسلی دہندہ اور فارقلیط کے علاوہ ہے۔ افسوس ہے کہ اگر ہم مطالب کو تشریح و تفصیل کے ساتھ لکھیں تو باقی تمام مطالب بیان نہ ہو سکیں گے اسواسطے صرف ایڈیٹر ریویو کو قانع اور ساکت بنانے کے لئے ایک ہی جواب دینے پر قناعت و کفایت کرتے ہیں۔ اور ہمارے اس جواب کا کمال یہ ہے کہ اس کا تعلق اُسی روح تسلی دہندہ (فارقلیط) کی بشارت سے ہے جس کو قرآن میں "یاتی من بعد اسمہ احمد" فرمایا ہے۔ یعنی حضرت عیسیٰ نے کہا کہ میں ایسے رسول کی بشارت دیتا ہوں جو میرے بعد آئیگا۔ اور اس کا نام احمد ہے۔ اس آیت کی خبر اور بشارت کے مصداقِ کامل تو حضرت محمد رسول اللہ صلعم ہیں جو حضرت عیسےٰ کے بعد جلوہ فرمائے عالم ہوئے۔ مگر میرزا صاحب نے اپنی کتاب ازالہ اوہام میں اس بشارت کو اپنے حق میں منسوب کیا ہے یہاں تک کہ جب ایک شخص نے اس بات پر اعتراض کیا اور کہا کہ انجیل کی یہ بشارت از روئے قرآن رسول مقبول صلعم کے بارہ میں ثابت ہے میرزا صاحب نے ازالہ اوہام کے صفحہ ۶۷۳ میں اس کو اپنی ذات پر کیوں چسپاں کر لیا؟ تو مولوی محمد احسن صاحب دہلوی نے بھی بجز اس کے اس اعتراض کا کوئی جواب نہ دیا کہ "اس بشارت کے مصداق اوّل صرف آنحضرت صلعم ہی ہیں۔" اور میرزا صاحب اس آیت کے دُوسرے

مصداق ہیں !!! پھر مولوی صاحب موصوف اسی آیت کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ "ایک آیت کی تفسیر کئی وجوہ کرنا جائز ہے" یعنی ایک پیشگوئی کے دو مصداق ہونے روا ہیں۔ دیکھو رسالۂ فکّ الشّک صفحہ ۳ و ۴ شک دوم کے جواب میں یہ تمام مطالب درج ہیں۔ مگر ایڈیٹر صاحب ریویو آف ریلیجز جلد ۶ نمبر ۱۲ صفحہ ۴۷۰ میں لکھتے ہیں "ایک پیشگوئی جو کسی موعود کے متعلق ہو اسکے دو مصداق تو ہو نہیں سکتے" اب غور کیجئے کہ جب ایڈیٹر صاحب نے اپنی غرض پوری کرنے کے لئے خود اپنے مقتدا اور خاص الخاص دوستوں کی تحریروں سے بھی غفلت برتی اور ان کے خلاف لکھا تو ہم کو کیا توقع رکھنی چاہئے کہ وہ بھائیوں کے مطالب کو بلا تغییر و تحریف لکھیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور انہوں نے اسی افراط و تفریط کے لحاظ سے محض مغالطہ اور تصنّع کے خیال میں روح الحق اور روح القدس کو تسلّی دہندہ کے ساتھ ایک ذات بنا دیا اور ان کلمات کو بالکل اصطلاحات انجیل کے خلاف احمد موعود اور محمد رسول اللہ صلعم کیلئے منحصر سمجھ لیا اور ان کو موعود اور آخر زمان کی طرف منسوب کرنا مسلمانوں کی دانشمندی اور انکے عقیدہ کے مخالف بتا دیا ہمیں یقین ہے کہ ایڈیٹر صاحب نے یہ کارروائی محض اس بنا پر کی کہ یا تو وہ سمجھے کہ لوگ ان کی اور ان کے دوستوں کی تحریروں سے بے خبر ہیں۔ لاؤ ایسے نادانوں کو دھوکا دیکر اپنا کام نکالو اور یا یہ بات تھی کہ ایڈیٹر صاحب خود ہی وہ اپنے مقتدا اور انکے دوستوں کی تحریروں سے بے خبر اور غافل تھے۔ بلکہ اپنے تمام ضروری عقائد اور لازمی مباحث کو بھی بھول بیٹھے تھے۔ لہٰذا اس طرح کے اعتراضات کرنے کی جرأت کی۔ اگر ان کو یہ باتیں یاد ہوتیں یا وہ سمجھتے کہ تمام دنیا بالکل جاہل و ناواقف ہی نہیں ہے۔ تو کبھی ایسے اعتراضات دوسروں پر نہ کرتے جو خود ان پر پلٹ آتے۔ مگر وہاں تو غیروں پر اعتراض

ایڈیٹر صاحب کے مقتدا اور دوستوں کی تحریرات [illegible]

جڑنے کی خواہش ایسا زور کر چکی تھی کہ انھیں مفید وغیر مفید کا خیال تک نہ تھا
اب ہم پوچھتے ہیں کہ ایڈیٹر صاحب کی شہادت کے اعتبار سے میرزا صاحب
کا روح تسلّی دہندہ یعنی (یاتی من بعدی اسمہ احمد) والی پیشگوئی
اپنے حق میں قرار دینا کیونکر درست مانا جا سکتا ہے۔ کیونکہ اس کے مصداق
صرف حضرت محمد رسول اللہ صلعم تھے۔ اور میرزا صاحب کے معتمد اور رازدار
مرید (ریویو کے ایڈیٹر) صاف کہہ رہے ہیں کہ "ایک پیشگوئی کے دو مصداق
نہیں ہو سکتے" ہم نہیں سمجھتے کہ ایڈیٹر صاحب کے اعتقاد نے کیونکر اس پیشگوئی
کو اپنی جانب منسوب کر لیا اور کیا وہ ریویو کی اس تحریر و اعتراض کے مصداق
نہیں بنگئے جسے ایڈیٹر موصوف نے رسالہ مذکور میں لکھا ہے کہ اس پیشگوئی
کا اپنی طرف منسوب کرنا مدعی کے اپنے مصداق ہونے کے ادّعا کو خاک
میں ملا دیتا ہے۔ اور اس کو اسکے اپنے ہی کہنے سے ملزم کرتی ہے۔ کیونکہ
بقول ایڈیٹر صاحب موصوف کے ایک پیشین گوئی کے دو شخص مصداق
نہیں ہو سکتے۔ ہمارے نزدیک یہ بحث پہلے خود میرزا صاحب۔ مولوی
محمد احسن صاحب اور ایڈیٹر صاحب کے مابین فیصل ہونی چاہئے تھی کہ ایک
پیشین گوئی کے دو شخص مصداق ہو سکتے ہیں یا نہیں۔ اس کو بہائیوں
سے کسی طرح کا تعلق نہیں ہے۔ نہ ان کی کتابوں میں کوئی ایسا استدلال
ہوا ہے۔ سچ ہے۔ "من حضر بئراً لاخیہ فقد وقع فیہ" پھر
رسالہ ریویو نمبر ۱۲ جلد ۶ صفحہ ۴۷۲۔ صفحہ ۴۷۶ اور صفحہ ۴۷۸ میں ایڈیٹر
صاحب تحریر فرماتے ہیں اور روح الحق اور لا ہدی الاعلیٰ کے معنوں میں محض مغالطہ
کے طور پر جو ان کے دل میں آیا ہے وہ فرما رہے ہیں کہ (حضرت) بہاء اللہ کا دعویٰ اسلام کی
پیشگوئی سے مطابق نہیں بلکہ اس کا متناقض ہے۔" حالانکہ یہ سب اعتراضات اہل بہا

کے سر تھوپے نہیں جا سکتے بلکہ میرزا صاحب کے احباب ضرور ان کے مورد اور ملزم ہیں۔ اور ریویو کے ایڈیٹر صاحب کا انکار بھائیوں کی مدعا کی صداقت میں کوئی نقص وارد نہیں کر سکتا۔ کیونکہ یہ تمام مذاہب کے منکروں کی پرانی عادت ہے کہ وہ کتاب اللہ کی بشارتوں اور پیشگوئیوں کو اپنے خیال کے مطابق کرنے کیلئے اپنے حسب دلخواہ معنی لگاتے اور ان کی تحریف کرتے رہے ہیں اور انہوں نے ہمیشہ ہی موعود حق کے ظہور کو کتاب خدا کے خلاف کہا ہے۔ پس اس اعتراض میں کوئی انوکھا پن ہرگز نہیں ہاں انوکھا پن ہے تو اس بات میں کہ اگلے زمانوں کے منکر اس طرح کے شدید نسیان اور تناقض میں مبتلا نہیں ہوئے تھے جس میں ہمارے دوست مبتلا ہیں ؎

ہمارے اس رسالے کو جو بے لوث اور منصف شخص دیکھے گا وہ فوراً فیصلہ کر دے گا کہ ریویو کے ایڈیٹر صاحب کے تمام اعتراضات بغیر کسی کمی کے انہی کے گلے کا ہار بنتے ہیں اور ہم بار بار اسی امر کو لکھ چکے ثابت کر چکے ہیں کہ وہ بات کی تہہ کو کبھی نہیں پہونچے اور خود غرضی سے یہ اعتراض کرتے رہے کہ بہائیوں کے جملہ دعوے اسلامی علامتوں اور پیشینگوئیوں سے ٹکر نہیں کھاتے۔ لہذا ہم ان مضامین و دلائل کے علاوہ جنکو ہم نے اس رسالہ میں لکھا ہے ریویو کے ایڈیٹر صاحب کو مزید آگاہ کرنے کی نیت سے ان کو خود میرزا صاحب ہی کی ایک تحریر کا حوالہ دیتے ہیں ذرا وہ اس پر غور کریں اور دیکھیں کہ ان کے پیشوا کی مختلف البیانی کس درجہ کی ہے۔ جنھوں نے اپنی کتاب ازالۃ الاوہام طبع اول صفحہ ۲۰۱ میں رقم فرماتے ہیں ؎

پیشینگوئیوں کا مصداق بن گیا ہے

"براہین احمدیہ میں صاف طور پر اس بات کا تذکرہ کر دیا گیا کہ یہ عاجز روحانی طور پر وہی مسیح موعود ہے جس کی اللہ ورسول نے پہلے سے خبر دے رکھی ہے۔ ہاں اس بات سے اُسوقت انکار نہیں ہوا اور نہ اب انکار ہے کہ شاید پیشینگوئیوں کے ظاہری معنوں کے لحاظ سے کوئی اور مسیح موعود بھی آئندہ کسی وقت پیدا ہوا" یہاں پر میرزا صاحب دوسرے موعود کا احتمال ظاہر کرتے ہیں۔ مگر کتاب تریاق القلوب کے ضمیمہ نمبر ۲ صفحہ ۱۵۹ سطر ۸ میں لکھتے ہیں کہ "مسیح موعود کے مرنے کے بعد نوع انسان میں علّت عُقم سرایت کریگی اور پھر کوئی انسان کامل قیامت تک ظاہر نہ ہوگا" خدائے منتقم کی قسم ہے کہ اگر کوئی دل جو دوستی۔دشمنی دونوں سے پاک ہو۔ اور چشم دل کھول کر ان عبارتوں پر غور کرے تو گو وہ میرزا صاحب کا مقرب ہی کیوں نہ ہو پھر بھی عقیدہ کو توڑ کر یقین کریگا کہ ان عبارتوں کا لکھنے والا اپنے دعویٰ کی صداقت پر خود بھی معتقد اور مطمئن نہ تھا۔ اور نہ اسے یقین تھا کہ اسلامی پیشینگوئیوں کا مصداق کامل اُن کے سوا اور کوئی مسیح موعود نہ ہوگا۔ اسی واسطے انہوں نے پیشینگوں کے مصداقِ کامل کا منتظر ایک دوسرے مسیح موعود کو ٹھیرایا اور اپنے حق میں کاملیّت ثابت کرنے سے باز رہے۔ ایک جگہ لکھتے ہیں" کم فہم لوگ میرے دعویٰ کو موعود ہونے پر محمول کرتے ہیں"۔ دوسری جگہ رقم فرماتے ہیں کہ" میں وہی مسیح موعود ہوں جس کی خبر خدا اور رسول نے دی ہے" پھر تیسری جگہ یوں فرماتے ہیں کہ" میں نے کبھی اس بات کا انکار نہیں کیا کہ شاید اسلام کی پیشینگوئیوں کے ظاہر اور کامل معانی کسی دوسرے مسیح موعود کی جانب راجع ہوں اُسے اس کا خیال ہی نہ کیا کہ کوئی ایسا صادق و غالب موعود بھی موجود ہی جو کہ

۵ ؎ اور پھر لکھتے ہیں کہ "مسیح موعود کے بعد نوع انسان عقیم ہوں گے"۔

سب پیشینگوئیوں کو اپنے حق میں منحصر ماننا اور اس کی نسبت نہایت
اطمینان وقدرت کے ساتھ گفتگو کر رہا ہے - اس نے نہ تو اپنی کمزوری
کا اظہار اور نہ یہ احتمال ظاہر کیا ہے کہ کوئی اور مسیح موعود ظہور کرے
گا - اور نہ اس نے اپنے تئیں مثال کے طور پر مسیح موعود (کا شبیہہ و مثیل)
کہا ہے . مگر افسوس ہے کہ میرزا صاحب کی ان متناقض تحریروں کے ان
کے اپنے رسائل میں موجود ہوتے ہوئے ریویو آف ریلیجز کے ایڈیٹر تناقض
کا الزام بہائیوں کی کتابوں اور اُن کے ادّعا کے سر تھوپتے ہیں - اور اس
پر بھی صبر نہیں آتا تو بدلگامی فرماکر اور بُری باتیں لکھ کر ان پر ناز کرتے ہیں
دیکھو رسالہ ریویو آف ریلیجز نمبر ۱۲ جلد ۶ صفحہ ۴۷۸ پس مناسب تو یہ ہے
کہ ایڈیٹر صاحب نے رسالہ ریویو میں بہائیوں کی نسبت جس قدر خلاف
باتیں لکھی ہیں اور بتایا ہے کہ ان کا دعویٰ اسلامی پیشینگوئیوں کے مخالف
ہے - وہ اپنی ان تمام تحریروں کا مصداق اور جگہ میرزا صاحب کی متناقض
عبارات کو بنادیں - نہ کہ بہائیوں کے عظیم الشّان مقامات کیونکہ وہ لاکھ
کوشش کریں بہائی ملّت کی کتابوں میں ایسے احتمالات نہ ملینگے اور
اب تک نہیں ملے کہ بہائیوں نے پیشینگوئیوں کے مصداق کا کمال کسی
دوسرے مسیح موعود کا ظہور قرار دیا ہو . بلکہ خود ایڈیٹر صاحب ہی نے
بہائیوں کی کتاب سے یہ عبارت نقل کی ہے - اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
قل تاللہ قد ظہر ما ھو المسطور فی کتب اللّٰہ ربّ العٰلمین کہدے
خدا کی قسم بیشک وہ ظاہر ہو گیا جو پروردگار عالم خدا کی کتابوں میں لکھا
ہوا تھا - اور دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے قل قد ظہرت العلامات
کلّھا اذ اخرجنا ید القدرۃ من جیب العظمۃ" کہدے اکہ بیشک

جس وقت ہم نے قدرت کا ہاتھ عظمت کی آستین سے باہر نکال دیا اس وقت تمام علامتیں ظاہر ہو گئیں۔" ؎

ریویو آف ریلیجنز کے ایڈیٹر نے اپنے اعتراضات و اجتہادات میں جس بات کو بہائیوں کے دعویٰ کی متناقض اور متعارض اور اسلامی پیشگوئیوں کے مخالف بتایا ہے۔ یہ ہے کہ وہ اپنے رسالہ نمبر ۱۲ جلد ۶ کے صفحہ ۴۴۷ میں لکھتے ہیں "مصنف بحرالعرفان جو بہاء اللہ کا ایک پکّا اور وفادار معتقد تھا اپنی ایک تصنیف میں لکھتا ہے کہ بہاء اللہ درحقیقت حضرت حسینؑ کی دوبارہ آمد ہے۔" اور اس کے بعد کہتے ہیں کہ "حضرت حسین کا دوبارہ دنیا پر نزول کرنا کسی مستند پیشگوئی کی بنیاد پر نہیں۔ یہ صرف بعض بے سمجھ غلو پسند شیعہ دماغوں کی تفریط ہے۔ اس لئے اگر کوئی شخص اس کے مطابق بھی دعویٰ کرے تو وہ بھی نادانی اور غلطی ہے" ؎

حضرت حسینؑ کا مہدی کے بعد رجعت فرمانا اور دوبارہ دنیا میں آنا شیعہ فرقہ والوں کا ایک عقیدہ ہے۔ اسی کو شیعوں کے انتظار و اعتقاد کے موافق ایک بہائی شخص نے کتاب بحرالعرفان میں حضرت حسین کی آمدِ ثانی کی دلیل قرار دیدیا ہے۔ اور اس استدلال کو ایڈیٹر صاحب بہائیوں کے ادّعا کا معارض و متناقض ٹھہراتے اور مسیح کی آمدِ ثانی کے ادّعا کا مخالف و نقیض قرار دیتے ہیں۔ اور یہ سمجھتے ہیں کہ جو مدعی من عند اللہ اپنے تئیں ایک ہی زمانہ میں مختلف فرقوں اور مذہبوں کا موعود بتائے اور ہر ایک فرقہ و مذہب کے انتظار و اصطلاح کے موافق اپنے موعود ہونے پر دلیل قائم کرے اس کا یہ طریقہ استدلال اس کے ادّعا میں نقص و خلاف ہونیکی علامت ہوگا حالانکہ انہیں خیال کرنا چاہئے تھا کہ مدعی من عند اللہ کی آمد اور پھر خاصکر آخری زمانہ

ہیں تمام مذاہب کی ہدایت اور ان کو متحد بنانے کی غرض سے ہوگی اور لازم ہے کہ اس ہدایت و دلالت کا ثبوت ان سب ہنوں کی کتابوں اور عقائد و اصطلاحات ہی سے بہم پہنچے۔ کیونکہ خدا تک پہونچنے کے راستے اسقدر بیشمار ہیں جسقدر کہ نفوس مخلوقات بیحد و شمار ہیں۔ اور اسی کی بابت ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ کہ کل امّۃٍ تدعیٰ الیٰ کتابھا یعنی ہر ایک قوم اپنی آسمانی کتاب کی طرف بلائی جائیگی۔ اور یہ بھی مانی ہوئی بات ہے کہ تمام فرقے اور مذاہب ظہور موعود کا اعتقاد ایک ہی اصطلاح اور نام سے نہیں رکھتے بلکہ ہر ایک کے یہاں ظہور حق کا انتظار کسی نہ کسی ایسے خاص نام و نشان سے کیا جاتا ہے جو دوسروں کی نسبت سے تو مختلف ہے مگر مراد سب کی ایک ہی ہے عباراتنا شتّٰی وحسنک واحد۔ اس لئے کتاب مجید میں فرماتا ہے یجدونہٗ فی التوراۃ و فی الانجیل" یعنی یہود و نصاریٰ حضرت محمد رسول اللہ صلعم کے ظہور کی بشارت و علامت توراۃ و انجیل میں پاتے ہیں۔ پس اگر ہم یہ کہیں کہ توراۃ کی اصطلاح میں یہودیوں کے لئے آنحضرت صلعم کا تشریف لانا کوہ فاران سے خدا کی تجلّی اور اس کے ظہور فرمانے کے نام سے موسوم ہوا ہے تو کیا اس سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ انجیل میں بھی آنحضرت کا یہی نام و نشان ہونا چاہئے اور جب آپ نصاریٰ کے واسطے انجیل کی اصطلاح میں دوسرے نام و نشان سے یاد کئے گئے اور تسلّی دہندہ (فارقلیط) کہلائے تو کیا اُسکی نسبت ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ بشارت توراۃ کے مخالف و معارض ہے؟ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ اس اختلاف[1] نام و نشان کو دلیل تعارض ٹھیرائیں کیونکہ خود عہد نامہ جدید میں بھی آنحضرت صلعم

[1] اختلاف ہمارے بیان میں ہے ورنہ تیرا حسن ایک ہی ہے۔

کا نام تسلی دہندہ کے علاوہ اور بھی آیا ہے ۔ چنانچہ باب ۱۱ مکاشفات میں آپ کو "شاہد عادل الہٰی" کے نام سے یاد کیا گیا ہے ۔ پس ثابت ہو گیا کہ جدا جدا مذاہب کی اصطلاحوں میں الگ الگ نام ونشان سے موسوم ہونا موعود من عند اللہ کے دعویٰ میں کوئی نقض وخلاف وارد نہیں کر سکتا اور ایڈیٹر صاحب کا یہ اعتراض ردّ ہو جاتا ہے ۔ اس واسطے اگر کوئی بہائی کسی جگہ ظہور موعود کو از روئے قرآن استواء الرحمٰن اور قیام روح الہٰی قرار دے اور بائبل اور احادیث اہل سنّت کا اعتبار کر کے انکو ظہور مہدی یا ایلیا اور نزول ثانی مسیح ٹھہرائے ۔ اور فرقہ شیعہ کا اعتقاد پیش نظر رکھ کر مہدیؑ کے بعد حضرت حسین کی آمد ثانی مان لے اور ان امور کو اپنی تحریریں لکھے تو ہم نہیں سمجھتے کہ یہ اختلافِ نام کیونکر تناقض و اختلاف کی دلیل ہو سکے گا ۔ کیونکہ شیعہ اپنے معتبر نصوص واحادیث اور اعتقاد کے اعتبار سے مہدی کے بعد حضرت حسین کی آمد ثانی انہیں اوصاف وکمالات کے ساتھ بیان کرتے ہیں جس طرح کہ اہل سنّت الجماعت ظہور مہدی کے بعد حضرت مسیح کا ذکر کیا کرتے ہیں ۔ اگر ہمارے مہربان ایڈیٹر ریویو اس مقام پر یہ فرمائیں کہ شیعوں کا یہ عقیدہ قرآن کریم کی صریح نص سے کہیں بھی ثابت نہیں ہوتا تو ہم کہتے ہیں کہ جس طرح اہل سنّت اس بارہ میں اشارات قرآن کو اپنی حدیثوں سے مقابل کر کے استدلال کرتے ہیں ویسے ہی شیعہ بھی اشارات وکنایات قرآن سے دلیل بناتے ہیں علاوہ اس کے ایڈیٹر صاحب بہائیوں پر ایسے اعتراض کرنے کے وقت اگر اپنے پیر و مرشد کی تحریروں ہی پر غور کر لیتے تو کبھی ایسی زحمت نہ اُٹھاتے اور آپ اپنے ہاتھوں ہی مورد الزام بننے کی کوشش نہ کرتے ۔ اس لئے کہ ان کی تمام تحریریں میرزا صاحب کی تحریروں اور اُن کے مسلّمہ عقائد کی ضد ہیں

تمام لوگ اس بات کو جانتے ہیں کہ میرزا صاحب نے اپنے تئیں حضرت حسین حضرت رسول اللہ صلعم ، حضرت موسیٰ ، حضرت عیسیٰ ، حضرت ابراہیم اور حضرت آدم علیہم السلام کا مثیل کہا اور ان سب باتوں کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے ۔ حتیٰ کہ اپنے سیالکوٹ کے لکچر میں کرشن اور ہندوؤں کے اوتار بھی بن گئے ۔ اور کتاب تریاق القلوب ضمیمہ نمبر ۲ کے حاشیہ صفحہ ۴۸ میں آپ نے اپنے خاندان کو حسینی سادات کا گھرانا کہا ہے اور یہ مسئلہ اتنا مشہور ہے کہ مجھ کو اس بارہ میں میرزا صاحب کی طول طویل تحریروں کے نقل کرنے کی ضرورت ہی نہیں معلوم ہوتی ۔ تاہم محض ناظرین کی عبرت کے لئے اُن کی ایک تحریر کا حوالہ دیئے دیتے ہیں جس میں انہوں نے اپنے تئیں حضرت آدم کی رجعت اور قرآن کی اس آیت کا مخاطب قرار دیا ہے کہ فرماتا ہے یَاآدم اسکن انت و زوجک الجنّۃ " یعنی اے آدم تو اپنی بیوی کے ساتھ جنّت میں بود و باش رکھ " اس کے بعد لکھتے ہیں کہ " حضرت آدم علیہ لسلام آدم اول تھے ۔ اور میں آدم آخر ہوں " انہوں نے اپنے اس قول کی دلیل اور صحّت کی سند محی الدین عربی کی یہ تحریر بنائی ہے کہ وہ کتاب فصوص الحکم میں لکھتے ہیں " موعود شیث ؑ کے نقش قدم کا پیرو اور آخری مولود ہوگا ۔ باوجودیکہ دنیا میں کوئی فرقہ ظہور آدم ؑ اور آدم اوّل کی رجعت کا منتظر پایا ہی نہیں جاتا اور یہاں تک کہ خود محی الدین کی عبارت میں بھی شیث کا ذکر ہے نہ کہ آدم کا ۔ مگر چونکہ میرزا صاحب کا یہ دعویٰ محی الدین عربی کی تحریر پر بھی ٹھیک طور سے چسپاں نہ ہوا ۔ اسلئے آپ نے لکھا ہے کہ اگر محی الدین شیث کی جگہ آدم ؑ لکھتے تو بہتر ہوتا اور ضمیمہ (۲) کتاب تریاق القلوب میں صفحہ ۱۵۴ کے اخیر سے صفحہ ۱۶۰ تک خود میرزا صاحب کی اصلی عبارت یہ ہے

کہ آپ لکھتے ہیں منجملہ ان نہایت زبردست نشانوں میں سے ایک یہ ہے جو خدا تعالیٰ نے مجھے عطا کئے ہیں اور اس کا اجمال صفحہ ۴۹۶ براہین احمدیہ میں یوں لکھا گیا ہے کہ خدا تعالیٰ نے میری نسبت خطاب فرمایا: یا آدم اسکن انت وزوجك الجنة۔ یعنی اے آدمؑ تو اپنے جوڑے کے ساتھ جنت میں رہ (صفحہ ۱۵۶) خدا تعالیٰ نے خود روحانی باپ بنکر اس (بندہ) آدمؑ کو پیدا کیا اور ظاہری پیدائش کی رو سے اسی طرح نر و مادہ پیدا کیا جس طرح کہ پہلا آدمؑ پیدا کیا تھا۔ یعنی اس نے مجھے بھی جو آخری آدم ہوں جوڑا پیدا کیا۔ اس الہام یا ادم اسکن انت وزوجك الجنّة میں جو جنت کا لفظ ہے اس میں ایک لطیف اشارہ ہے کہ وہ لڑکی جو میرے ساتھ پیدا ہوئی اس کا نام جنت تھا" اور صفحہ ۱۵۸ میں اپنے مدعا کو محی الدین عربی کی اس عبارت سے جو انہوں نے فصوص الحکم میں لکھی ہے یوں مطابق کرتے ہیں کہ محی الدین نے لکھا ہے وعلیٰ قدم شیث یکون اٰخر مولود یولد من ھذا النوع الانسانی وھو حامل اسرارہ ولیس بعدہ ولد فی ھذہ النوع فھو خاتم الاولاد وتولد معہ اخت لہ فتخرج قبلہ ویخرج بعدھا یکون راسہ عند رجلیھا ویکون مولدہ بالصّین۔" یعنی وہ شیث کے مانند ہوگا اور اس نوع انسانی سے آخری پیدا ہونے والا بچہ اور اسرار خداوندی کا حامل ہوگا اور اس کے بعد پھر اس نوع میں کوئی لڑکا نہیں رہ جاتا۔ اس کے ساتھ اس کی بہن پیدا ہوگی جو اس سے قبل رحم مادر سے برآمد ہوگی اور موعود اس لڑکی کے بعد رحم مادر سے باہر باہر آئے گا۔ اس کا سر اس لڑکی کے دونوں پیروں سے ملا ہوا ہوگا۔ اور

اس موعود کی ولادت چین میں ہوگی، میرزا صاحب موعود کے آخری مولود ہونے کے معنی صفحہ ۱۵۶ میں یہ لکھتے ہیں کہ اس کی موت کے بعد کوئی کامل انسان کسی عورت کے پیٹ سے نہیں نکلے گا" مگر صفحہ ۱۵۷ میں تحریر فرماتے ہیں کہ "میرے بعد میرے والدین کے گھر میں اور کوئی لڑکی یا لڑکا نہیں ہوا۔ اور میں ان کے لئے خاتم الاولاد رہا۔ لیکن اس بارہ میں کہ موعود شیثؑ کا ہم قدم ہے صفحہ ۱۶۰ میں لکھتے ہیں کہ" اگر شیخ ابن پیشگوئی میں بجائے شیث کے مسیح موعود کو آدمؑ سے مشابہت دیتا تو بہتر تھا کیونکہ قرآن اور توراۃ سے ثابت ہے کہ آدمؑ بطور توام پیدا ہوا تھا ..... اور میرا توام پیدا ہونا تمام گانوں کے بزرگ سال لوگوں کو معلوم ہے اور جنانے والی دائی کی تحریری شہادت میرے پاس موجود ہے۔" اب دیکھئے کہ میرزا صاحب اپنی آدمیت ثابت کرنے کے لئے کن تاویلوں اور تعبیروں کے محتاج ہوئے ہیں۔ اور باوجودیکہ بہائیوں کی کتابوں میں ایسے استدلال کہیں نہیں ہیں پھر بھی ریویو کے ایڈیٹر صاحب رسالہ نمبر ۳ جلد ۱ صفحہ ۸۲ میں لکھتے ہیں کہ ان کے بڑے دعووں کی تمام عمارت صرف محض چند دھوکوں پر اور نہایت ہی رکیک تاویلوں پر تعمیر کیگئی ہے۔ جن کو پڑھ کر ہنسی آتی ہے۔" خدا گواہ ہے کہ میرزا صاحب کی عبارتوں کے نقل کرنے سے ہمارا صرف یہ مقصد ہے کہ وہ لوگ جو ایڈیٹر ریویو کی طرح بے خبر یا دانستہ انجان بننے والے ہیں آگاہ ہو جائیں اور بات کی حقیقت بھی واضح ہو سکے۔ ہم نے اسی وجہ سے مجبور ہو کر عندالضرورۃ میرزا صاحب کی بعض عبارتوں کی تشریح و توضیح کی ہے۔ ورنہ خدانخواستہ ہم بھی دوسروں کیطرح اعتراض در د نویسی کرنا چاہتے تو ممکن تھا کہ ان کی ایک ایک سطر کی تردید میں بڑی بڑی کتابیں

لکھ ڈالتے اور جو کچھ ایراد و اعتراض کرتے وہ بالکل صحیح اور مغالطہ و تحریف و تاویل سے پاک ہوتا لیکن چونکہ اعتراض و تردید پست خیالی کی علامت اور قدیم زمانہ سے منکرین کی عادت چلی آتی ہے۔ اس واسطے ہم اس بات سے پہلو بچاکر صرف ریویو کے ایڈیٹر صاحب کے اعتراضات و تردیدات ہی کا جواب دیتے ہیں۔

الحاصل جس شخص[۱] نے یہ اعتراض کیا ہے کہ فرقہ شیعہ کے اعتقاد و انتظار کے اعتبار سے ظہور موعود کے بارے میں حضرت حسین کی آمد ثانی کو دلیل قرار دینا ادعا میں نقیض ڈالنے کا موجب اور اسلام کی پیشینگوئی سے مخالف ہے۔ ہم نہیں سمجھ سکتے کہ اس شخص نے اپنے مقتدائی کے استدلال کو کیونکر صحیح و درست مان لیا۔ اس کے مقتدی اپنی نسبت آدمؑ کی آمد ثانی کا مصداق ہونا ثابت کرتے اور کہتے ہیں کہ "میں آدم کا مثیل ہوں" حالانکہ قرآن و حدیث میں تو کیا محی الدین عربی کی عبارت میں بھی مثیل آدم کا ذکر نہیں ہے۔ اور نہ کوئی فرقہ دنیا میں ایسے وعدہ کا منتظر و معتقد مل سکتا ہے حیرت ہے کہ جس وقت میرزا صاحب نے یہ استدلال شائع کیا تھا اس وقت ریویو کے ایڈیٹر نے یہ نہیں لکھا کہ "حضرت آدم کی دوبارہ آمد کسی مستند پیشینگوئی کی بنیاد پر نہیں ہے اگر کوئی شخص اس کے مطابق بھی دعویٰ کرے تو وہ بھی نادانی اور غلطی[۲] ہے۔ بلکہ اپنا اس مضمون کو نہ لکھا کہ "پیشگوئیوں کے وسیع معنی سمجھنے میں اُنکے عام اسلوب اور اصل خاکہ کی حدود سے باہر نہیں جا سکتے۔ اور تمام وسعتوں اور گنجائشوں کی رعایت دینے کے بعد بھی یہ ادعا کہ میں مثیل آدم ہوں۔ اسلام کے خلاف ثابت ہوتا ہے[۳]" غرضیکہ ریویو کے ایڈیٹر صاحب

۱؎ یعنی ایڈیٹر صاحب ریویو آف ریلیجنز ۱۲ ۲؎ یہ عبارات سب ایڈیٹر صاحب کے ہیں جن کو جلد ۵ نمبر ۱۲ صفحہ ۴۷۴ میں لکھتے ہیں ۳؎ دیکھو جلد ۵ صفحہ ۴۷۴ نمبر ۱۲ ریویو آف ریلیجنز میں۔

بہائیوں کے مدعا میں تناقض واختلاف دکھانے کیواسطے جن وسیلوں اور بہانوں سے تمسک کیا ہے ہم نے ان کی قلعی بخوبی کھول دی اور ثابت کردیا کہ اگر خدانخواستہ ہم بھی ایڈیٹر صاحب کی طرح اعتراض وتردید میں اپنا وقت عزیز ضائع کرنا چاہیں تو اس کو بیشمار اعتراضات ہر ایک قادیانی رسالہ میں صحیح وواضح تناقض واختلاف دکھاتے ہیں اور نہایت آسانی کے ساتھ اس کام کو کرسکتے ہیں۔ لیکن اُس شخص کی حالت پر افسوس کرنا چاہیے جو اپنی قابل قدر کوششیں اس طرح کی کدورت اور بیگانگی پیدا کرنیوالے جزئی تحریروں میں صرف کرے اس تحریر میں بھی ہم نے مجبوراً قلم اٹھایا۔ ورنہ اپنی ذات سے ہم اس قسم کے بحث مباحثوں میں پڑنا نہیں چاہتے کیونکہ ایسی تحریروں سے رشتہ اتحاد واتفاق ٹوٹ جاتا ہے۔ جو ہم کو پسند نہیں ہے۔ ہم نے جو کچھ لکھا ہے وہ محض صاحب ریویو آف ریلیجنز کے اعتراضات کے جواب دیئے۔ جس میں ہم مجبور تھے کیونکہ بغیر اس کے احقاق حق اور رد اعتراض ناممکن تھا اور شاید بعض ناواقف صاحب موصوف کی تحریر سے ٹھوکر کھاتے ؛؛

ناظرین کی آگاہی کیلئے حضرت بہاء اللہ عزّ اسمہ الاعلیٰ کی چند ہدائتیں درج کی جاتی ہیں۔ ان سے معلوم ہوگا کہ اہل بہاء کو قطعی حکم ہے کہ وہ رنج وعداوت پیدا کرنیوالی باتوں سے الگ رہیں۔ منجملہ ان ہدایتوں کا ترجمہ یہ ہے:-

حضرت بہاء اللہ کی چند نصائح

حق تعالیٰ جل جلالہٗ نے معاون انسانی سے جواہر معانی کو ظاہر فرمانے کے لئے ہر ایک زمانہ میں اپنا ایک امین بھیجا۔ خدائی دین اور مذہب کی اصلی بنیاد یہ ہے کہ مختلف مذہبوں اور متعدد راستوں کو دشمنی اور عداوت کا باعث اور سبب نہ بنائیں۔ یہ اصول وقوانین اور یہ مضبوط اور محکم راستے ایک ہی مطلع سے طلوع ہوئے۔ اور ایک ہی مشرق سے چمکے ہیں۔ اور یہ اختلافات وقت

کے تقاضے اور زمانہ کی ضرورتوں سے پیدا ہوئے ہیں۔ اے اہلِ توحید اکمرِ ہمت مضبوط باندھو شاید یہ مذہبی لڑائی جھگڑا جہاں سے اٹھ جائے اور بالکل محو ہو جائے۔ خدا تعالےٰ کی اور اس کے بندوں کی محبت میں اس بڑے اہم کام کیلئے اٹھو۔ مذہبی کینہ اور دشمنی دنیا کو جلانے والی ایک آگ ہے۔ اور اس کا بجھانا نہایت دشوار ہے۔ شاید قدرتِ الٰہی کا ہاتھ لوگوں کو اس سخت بلا سے نجات بخشے۔

دوستو تمام اہلِ عالم کے ساتھ ہنسی خوشی اور ملنساری کے ساتھ رہو اگر تمہارے پاس کوئی ایسی بات یا ایسا جوہر ہے جس سے تمہارے سوا دوسرے لوگ محروم ہیں تو اس بات کو محبت اور شفقت آمیز لہجہ میں بیان کرو اور اس جوہر کو دکھاؤ۔ اگر قبول ہو گیا اور اثر کر گیا تو تمہاری مراد حاصل ہو گئی نہیں تو اس کو اپنے حال پر رہنے دو۔ اور اس کے حق میں دعا کرو نہ کہ جفا۔ پیار اور الفت کی زبان دلوں کو اپنی طرف کھینچنے والی اور روح کی غذا ہے۔ ذوالفاظ کے لئے بجائے معانی اور آفتابِ حکمت و دانائی کے واسطے بمنزلۂ افق اور مطلع کے ہے۔

یہ کلمہ فانوس بیان کے لئے ایک روشن چراغ ہے کہ لوگو! تم ایک ہی درخت کے پھل اور ایک ہی ڈالی کے پتے ہو۔ کمالِ محبت و اتحاد اور مودت و اتفاق کے ساتھ رہو۔ آفتابِ حقیقت کی قسم ہے کہ نورِ اتفاق جہانکو روشن اور منور کرتا ہے۔ خدائے دانا ہمیشہ سے اس بات کا گواہ رہا ہے اور اب بھی گواہ ہے۔ کوشش کرو تاکہ تم ایسے اعلیٰ مقام پر پہنچو جو عالم انسانی کو زوال سے بچانے اور محفوظ بنانے کا مقام ہے یہ مقصد تمام مقصدوں سے اعلیٰ اور یہ آرزو تمام آرزوؤں سے اشرف ہے۔ انتہیٰ

التماس مؤلف

ناظرین اس رسالہ کی تیاری نہایت عجلت میں ہوئی ہے میں اس کی تصحیح اور اصلاح پر جیسی کوشش ہونی چاہئے نہیں کر سکا۔ علی الخصوص یہ مناظرہ و مباحثہ کی کتاب ہے۔ اور عموماً بہائیوں کو اس طرح کے مناظرہ سے بہت کم دلچسپی ہے۔ کیونکہ اس کا انجام ضروری طور پر باہمی رنجش اور کدورت ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں یہ کتاب خاص اصحاب کے سوا عام لوگوں کے لئے باعث دلبستگی نہ تھی۔ بنابریں مطالب و مقاصد کے سوا ظاہری خوبیوں اور شستگی زبان کا اعلیٰ پیمانہ پر رکھنا ضروری نہیں معلوم ہوا ہاں جن اصحاب کو دین بہائی کی تاریخ اور تعلیمات معلوم کرنیکا شوق ہو وہ کتاب "باب الحیات" اور دیگر کتب کو منگا کر دیکھیں جن میں اس مذہب کی تفصیل و تشریح نہایت فصیح و بلیغ اردو میں کی گئی ہے اور چھپائی و کتابت وغیرہ کے لحاظ سے بھی ان کو اول درجہ پر رکھا گیا ہے۔ اور جہاں جہاں حضرت بہاءاللہ کے کلمات آئے ہیں وہاں اصل فارسی و عربی کے بالمقابل مطلب خیز اردو ترجمہ درج کر دیا گیا ہے" احقاق الحق" کا یہ پہلا حصہ ہے مضمون طویل تھا اور عدیم الفرصتی کے باعث سب ایک ساتھ شائع نہ ہو سکا

خاکسار:- مرزا محمود زرقانی ایرانی ۱۳۲۶ھ

بہائی پبلشنگ کمیٹی۔ پوسٹ بکس ۱۹ نمبر نیو دہلی

سرودِ محمود

کرد چون طلعتِ موعود بعالم گذری — گشت غارتگرِ جان و دلِ آدم نظری

نظرِ عاشقِ بیدل چه بدلدار فتاد — زدی از عشق بجز من که هستی شرری

شررِ افتاد چنان در سرِ سودازده اش — که نباشد بدو عالم پئے نفع و ضرری

ضرر و نفع چه داند تن جان باخته — کز وجود و عدم خویش ندارد خبری

خبرِ عشق چه در کشتیِ جان جست قرار — نبود از یم و طوفانِ فنا ایش خطری

خطرِ عاشقِ حق چیست که او را نبود — برتر از ترکِ دل و جان و تن و سر هنری

هنر آموز ز پروانهٔ جانسوز که او — گرد شمعش نبود واهمهٔ بال و پری

پرِ جان اوج دهی گر تو در افلاکِ بقا — تا بخلوتگهِ اسرار نمائی سفری

سفرِ عشق گر اندر پئے وصلت خواهی — در رهِ یار نما سجده بهر خاک دری

در یار و حرمِ عشق کسی راست پناه — که بود عاشقِ شیدادلِ شوریده سری

سر آزادگی از جیب دو عالم بدرآر — تا که نورِ رخِ حق بنگری از هر شجری

شجرِ کلکِ عطا هر خط و رمزی که نوشت — نیست در حکمتِ مکنونه اش جز ثمری

ثمر ای دوست غنیمت تو بجان موسمِ وصل — تا بری از شجرِ باغِ کرم بار و بری

بر خوانِ کرم و بزمِ عطا ذاکر باش — که بجز ذکر و ثنا عمر ندارد ثمری

ثمرِ ذکر بدریائے دلم غوص است — که بهر سو صدفِ دیده فشاند دُرری

دُرِ عشق بود مخزنِ سلطانِ وجود — نیست جز گوهرِ عشقم هوسِ سیم و زری

زرِ اشک و گهرِ دل بر دلبر بردم — کام جان تا دهم ناله شام و سحری

سحر و شام ز هم نغمهٔ شوق و نے عشق — بلکه در درگهٔ آن یار نماید اثری

اثرِ لیلیٰ و مجنون غمِ محمود و ایاز
بود از دفترِ عشقم سخنِ مختصری